دنیا بھر میں بچوں کا سب سے مقبول اُردو میگزین
معیار، مقصدیت اور مقبولیت کے 27 شاندار سال
بانی: مجید نظامی مرحوم
چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی
ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ
پھول
لاہور
ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا
مارچ 2018ء
عزم و ہمت کی مثال
ڈاکٹر شاہدہ رسول
یوم پاکستان - تجدید عہد کا دن
اشاعت کا
330
واں مہینہ
نوائے وقت
معروف ادیبوں کی دلچسپ کہانیاں اور نظمیں
رنگا رنگ سلسلے اور انعامات کی برسات
قیمت صرف 25 روپے
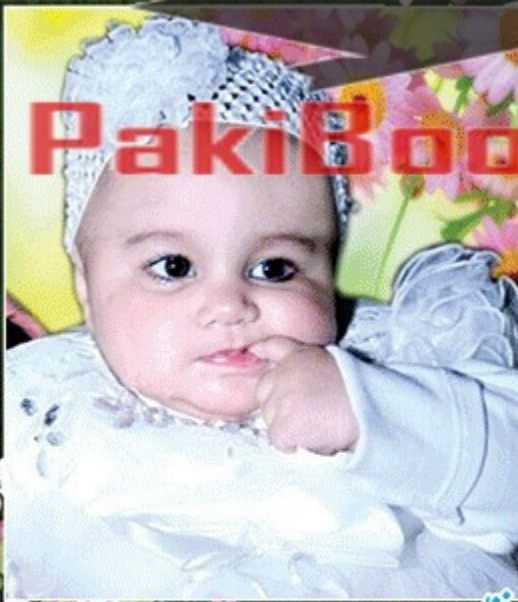
مقبول و معروف ناول نگار اشتیاق احمد کے ناول ہر ماہ شائع ہو رہے ہیں
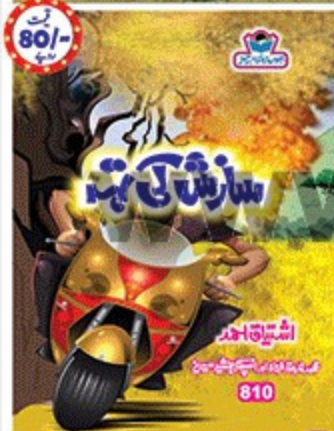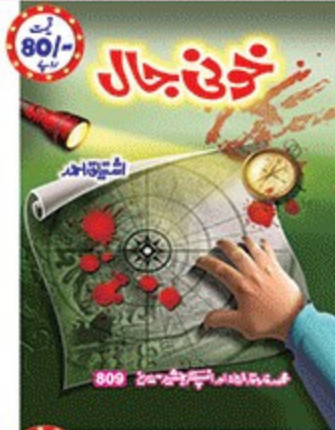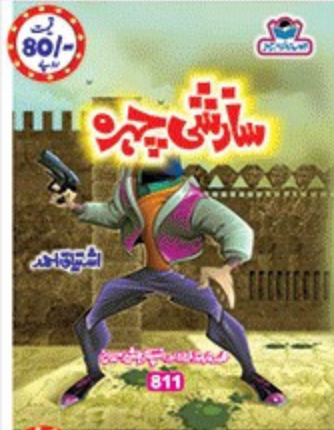
پاکستان بھر کے تمام کتب خانوں اور بک اسٹال پر دستیاب

ہمارا یہ اشتہار دکھا کر آپ یہ ناول اپنے ہاکر (اخبار والا) سے بھی منگوا سکتے ہیں
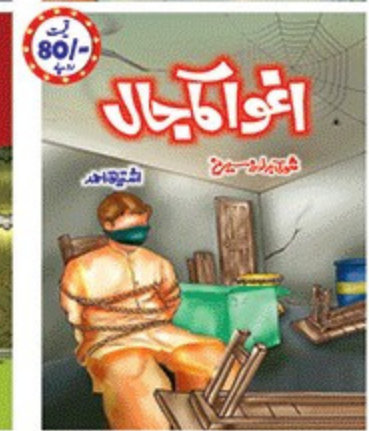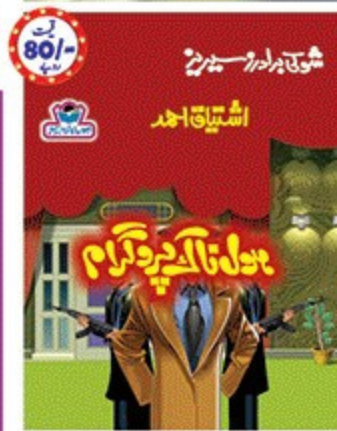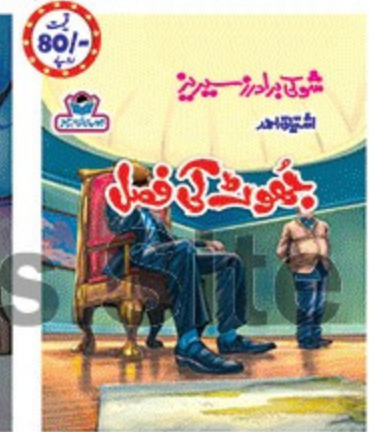
ان شاء اللہ

20 مارچ کو یہ ناول شائع کیے جا رہے ہیں:

- سرخ نشان (انسپکٹر جمشید سیریز) -/110 روپے
- غلام خانہ (انسپکٹر جمشید سیریز) -/110 روپے
- خوف کے شکار (شوکی برادرز سیریز) -/110 روپے
- جنگل میں چیخ (انسپکٹر کامران مرزا سیریز) -/100 روپے
- جن باس (خاص نمبر) -/350 روپے
- چیونٹی حکومت (انسپکٹر جمشید سیریز، منی خاص نمبر) -/160 روپے
- دوسرا دوست -/60 روپے
- پُراسرار مہمان -/60 روپے

یہ 7 ناول بھی دستیاب ہیں:

- آخری خواہش -/75 روپے
- جعلی آدمی -/75 روپے
- انگلی کی قیمت -/75 روپے
- مردے کی دستک -/75 روپے
- بلیک میلر -/96 روپے
- اپنی لاش -/96 روپے
- اشرفی کا راز -/96 روپے

قیمت -/350 روپے — بڑوں کے لیے اشتیاق احمد کا شاہکار معاشرتی ناول **محبت ہو گئی**

ہر ماہ شائع ہونے والے نئے ناولوں کے بارے میں جاننے کے لیے ابھی اپنا نمبر میسج یا واٹس ایپ کیجیے!

ناول گھر بیٹھے حاصل کرنے کے لیے ابھی کال کیجیے!

اشتیاق احمد کی کتابوں اور ناولوں کے لیے پاکستان بھر سے ڈسٹری بیوٹرز، ایجنسی ہولڈرز درکار ہیں، خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

بچوں کا کتاب گھر

0335-1620824
042-37300590
bkkghar@gmail.com
www.facebook.com/bkkghar

حادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

میرا نام .... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ

- نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
- آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
- ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

مارچ 2018ء

سب ایڈیٹر: تہذین طاہر
ڈیزائنر: سدرہ امبرین یونس
آرٹ ایڈیٹر... شعیب قادر

پھول کی ادا سب سے جدا

سرورق

ہمارے ہیں انداز نرالے۔ عمائمہ خبیب ...... لاہور
ثمرہ شعیب ...... لاہور۔ منہل عدیل ...... لاہور کینٹ
راحم عزیز ظفر ...... اوکاڑہ کینٹ

پھول رنگ

	عنوان	مصنف	صفحہ
☆	حمد، نعت، کرنیں	محمد صالح	8
☆	اداریہ	....	9
☆	حضرت زید بن سعنہ	غلام عمر صدیقی	10
☆	روسی سکالر کا خراج تحسین	مدثر مرزا	11
☆	مینار پاکستان	ماریہ مختار	12
☆	لومڑی خرگوش اور مرغا	ریتا نادیہ	13
☆	والدین کا ادب	محمد علیم نظامی	14
☆	خلیفہ کی دانشمندی	....	15
☆	بچہ نگر	نذیر انبالوی	16
☆	پیارا پاکستان	ساجدہ حنیف	18
☆	بین الاقوامی کانفرنس	محمد شعیب مرزا	19
☆	مارچ کے اہم واقعات	چودھری اسد اللہ	20
☆	یوم پاکستان	نسرین مظفر	21
☆	آٹو گراف	....	23
☆	سائنس کی دنیا	ساجد انور ملک	24
☆	صفحہ نمبر 44	محمد عارف عثمان	25
☆	نظمیں (1)	....	27
☆	نرالے ہیں انداز ہمارے	....	28
☆	خطاط محمد آصف	خورشید گوہر قلم	30
☆	آرٹ گیلری	....	31
☆	کہکشاں	فرح اکرم	32
☆	چٹخارے	شازہ	34
☆	ڈاکٹر شاہدہ رسول	محمد شعیب مرزا	36
☆	قرارداد پاکستان	فریدہ گوہر	37
☆	خزانہ	جاوید اقبال	40
☆	پھول فورم	....	41
☆	پھول خبار	....	42
☆	مسکراہٹیں	سحر ضیاء	44
☆	کوپن	....	46
☆	صفحہ بتایئے	تہذین طاہر	47
☆	منحوس کون؟	مصباح فاطمہ	48
☆	دلوں کا سکون	ضیاء اللہ مروت	48
☆	نظمیں (2)	....	49
☆	پھول کتاب گھر	مدثر مرزا	50
☆	پھول انسائیکلوپیڈیا	فرحان اشرف	52
☆	پاکستان کیسے بنا؟	عتیق یوسف	53
☆	پاکستان بنتے دیکھا	حفیظ عبدالرحمٰن	54
☆	جیسا کرو گے	فاریہ فاروق	55
☆	کھٹے میٹھے خطوط	....	56
☆	قصور کس کا؟	سلمان یوسف	60
☆	تیتر کا انڈہ	مہ جبین تاج	61
☆	دوستی کیسے؟	رانا محمد شاہد	63
☆	تقریر قائداعظمؒ	ڈاکٹر عبدالعزیز	64
☆	دوستی کا پھل	شفیع عقیل، مہک	65
☆	جن ماموں	عبدالروف تاجور	66
☆	ایک یادگار دن	محمد عثمان طفیل	67
☆	نئے سال کا تحفہ	شاہ بہرام انصاری	69
☆	زبردست جملہ	....	70

''پھول'' نے رسائل کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز کیا ہے۔ ہر ماہ کی سے ''پھول'' کا انتساب مختلف اہم شخصیات کے نام کیا جاتا ہے تاکہ قومی محسنوں کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکے۔

23۔ کوئنز روڈ، لاہور۔ پاکستان: فون نمبر: 4-36307141 UAN:111-123-540
36314099- ایڈیٹر۔ EXT-208 EXT-347 فیکس: 36367616-36367583
http//www.phool.com.pk
shoaibmirza.phool@gmail.com

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری
سالانہ خریداری/-1020 روپے
ششماہی/-510 روپے

قیمت شمارہ صرف: 25 روپے
بائی ایئر یورپ۔ ایشیا۔ مڈل ایسٹ
سالانہ/-5940 روپے/ 56 ڈالر

انڈونیشیا
سالانہ/-5076 روپے/ 48 ڈالر
امریکہ۔ آسٹریلیا۔ کینیڈا۔ نیوزی لینڈ
سالانہ/-6000 روپے/ 57 ڈالر

برائے معلومات سالانہ خریداری
سرکولیشن منیجر گروپ 042-36367573
email: n.w.circulation@gmail.com

چیف ایڈیٹر، پرنٹر اینڈ پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

حمد باری تعالیٰ

شان تیری غفور الرحیم
نہیں تجھ سا کوئی عظیم
تیرے حکم سے دیتی ہے
سکوں دل کو باد نسیم
روح کیوں نہ معطر ہو
گلشن سے جو آئے شمیم
شبہ پارے ہیں سب تیرے
بدصورت ہو یا وسیم
شکر کر نہ سکے انساں
جو دیتا ہے سب کو نعیم
تیری شان کو جس نے جانا
رکھتا ہے وہ ذہن سلیم
سیدھی راہ جو لے جائے
دے ہم کو ایسا زعیم
تیری وسعت سے سب عاجز
میرے دل میں رہے تو مقیم
ہمدرد نہ کوئی تجھ بن
تو سب کے لئے کریم
علم ہم کو دیا محدود
تو سب سے بڑا علیم
شفا ہے بس تیرے ہاتھ
تو ہی خلق کا ساری حکیم
شان تیری غفور الرحیم
تجھ سے بڑھ کر کون عظیم

سائرہ حمید تشنہ۔ فیصل آباد

نعت رسول مقبول ﷺ

جب کبھی عرش سے حکمت کے خزانے اترے
یا نبیؐ تیری رسالت کے بہانے اترے
دے بصارت کے وہ شیشے کہ چھلک کر جن سے
نور عرفاں، مری بگڑی کو بنانے اُترے
دل کی اُجڑی ہوئی بستی سے صدا آتی ہے
کوئی ویران مکانوں کو بسانے اُترے
اس نے جب صبر کی دولت سے نوازا مجھ کو
مجھ پہ محبوب کی فرقت کے زمانے اُترے
تری صورت، تری شفقت، تری رحمت، ترا حلم
ہجر کی رات کئی خواب سہانے اترے
بے نوا ہوں مرا کوئی بھی نہیں تیرے سوا
تیری چادر ہی مرے عیب چھپانے اُترے
آسماں سے مری اتنی سی گزارش ہے فقط
چاند جب اُترے تو میرے ہی سرہانے اُترے
ذکر اور فکر کی مستی میں قلم سے مسعود
حمد اور نعت کے پُرکیف ترانے اُترے

مسعود منور۔ ناروے

کرنیں

☆......ایک بار حضرت امام زین العابدین السجادؒ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک آدمی نے آپ کو گالی دی، آپ کے ساتھی اور غلام غصہ میں اس پر دوڑ پڑے۔ آپؓ نے فرمایا ”ٹھہرو اس کو کچھ نہ کہو“۔ پھر خود ہی اس شخص کی طرف بڑھے اور فرمایا ”ہماری زیادہ تر باتیں اور حالات تم سے پوشیدہ ہیں، تم یہ بتاؤ کہ تمہاری کوئی ضرورت ہے جو میں پوری کرسکوں؟ “۔ وہ شخص نادم وشرمسار ہوا۔ آپؓ نے اپنا لبادہ اتار کر اس کو دے دیا اور ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد جب اس شخص کی آپؓ پر نظر پڑتی تو پکار اٹھتا، ”میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؓ اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“۔

☆......ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ شیخ الاولیاء حضرت بایزید بسطامیؒ کے چہرے پر اتنا نور تھا کہ جو دیکھتا اس کے دل کی گرہ کھل جاتی۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر اس کے دل کی گرہ نہ کھلی پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ کے چہرہ کو دیکھ کر لوگوں کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی؟۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔ ”ارے نامعقول ابوجہل نے آنحضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ منور دیکھا ہی کب تھا؟“۔ وہ شخص حیران ہو کر کہنے لگا کہ ”دیکھا کیوں نہیں تھا!“۔ آپؒ نے فرمایا، ”ابوجہل نے محمد بن عبداللہ کو دیکھا تھا۔ اگر ایک مرتبہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر نگاہ ڈال لیتا تو ہدایت سے محروم نہ رہتا“۔

☆......نانوتہ میں سبز رنگ کے چمڑے کا جوتا بہت پسند کیا جاتا تھا۔ لوگ خاص طور پر اسے تقریبات میں پہنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حجۃ الاسلام شیخ محمد قاسم نانوتویؒ کو کسی عقیدت مند نے سبز جوتا پیش کیا۔ آپؒ نے اس کا دل رکھنے کیلئے ہدیہ قبول کر لیا مگر جوتا استعمال نہ کیا۔ بہت عرصہ گزرنے کے بعد کسی نے پوچھا۔ ”حضرت آپ وہ جوتا کیوں نہیں پہنتے؟“۔ حضرت قاسم العلوم امام نانوتویؒ نے فرمایا۔ ”یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے آقا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کا رنگ بھی سبز ہو اور قاسم نانوتوی سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں میں پہنے“ (سبحان اللہ)۔

(غلام عمر صدیقی نقشبندی، علی پور، مظفر گڑھ)

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اداریہ

23 مارچ 1940ء کو برصغیر کے مسلمانوں نے ایک فیصلہ کیا تھا...... ایک نظریاتی، اسلامی، آزاد اور خود مختار ریاست کے قیام کا۔ جہاں برصغیر کے مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی سے اپنی زندگیاں گزار سکیں۔ جو اسلامی اور فلاحی ریاست ہو، جہاں کوئی طاقت مسلمانوں پر ظلم نہ کر سکے، جہاں ہر کسی کو انصاف مل سکے، جہاں خوشحالی ہو۔ الحمدللہ! مسلمانوں نے صرف سات سال میں اپنی یہ منزل حاصل کر لی اور پاکستان وجود میں آ گیا۔ مسلمانوں کا اپنا وطن پاکستان...... گزشتہ ستر سال کے دوران پاکستان نے بہت ترقی کی ہے۔ پاکستان عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت بن چکا ہے، معاشی طور پر بھی ترقی کی ہے، بلند عمارتیں، سڑکوں پر رواں دواں لمبی اور قیمتی گاڑیاں، فیکٹریاں وغیرہ پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کی گواہی دے رہی ہیں، لیکن...... ہم اخلاقی لحاظ سے شاید اس مقام تک نہیں پہنچ سکے جس کا خواب ہمارے اکابرین نے دیکھا تھا۔ رشوت، بدعنوانی اور اخلاقی گراوٹ عام ہو چکی ہے۔ حال ہی میں کچھ ایسے واقعات ہوئے ہیں جنھوں نے اہل دل کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ بدعنوانی کی ایسی مثالیں سامنے آئی ہیں جن میں لاکھوں یا کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپوں کی بدعنوانیاں کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک نے تو سب کو لرزا کر رکھ دیا ہے۔ پاکستان اس لئے نہیں بنایا گیا تھا، بلکہ پاکستان کو تو ہر شہری کے لئے امن، سکون، سلامتی، خوشیوں اور خوشحالیوں کا گہوارا بنانا تھا۔ بہت سے مثبت اور تعریفی کارناموں کے باوجود ایسے منفی واقعات ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

تو آیئے! یوم پاکستان پر متحد ہو کر ایک بار پھر عہد کریں کہ ہم میں جو خرابیاں ہیں وہ دُور کریں گے۔ پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائیں گے۔

پاکستان کے روشن اور بہتر مستقبل کے لئے بچوں کا تحفظ ضروری ہے۔ بچوں کو چاہئے کہ وہ اپنے تحفظ کے تمام طریقوں سے واقف ہوں اور اتنے سمجھدار ہوں کہ کوئی ان سے غلط سلوک نہ کر سکے۔ اس حوالے سے اپنے والدین اور اساتذہ سے رہنمائی حاصل کریں۔ ہم بھی ''پھول'' میں ایسی تحریریں شائع کرتے رہیں گے جن پر عمل کر کے آپ خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ کے والدین سے زیادہ آپ کا ہمدرد اور مخلص کوئی نہیں ہے اس لئے اپنے والدین سے ہر معاملے میں مشورہ کیا کریں۔ ان کی ہدایات پر عمل کیا کریں۔ بُری باتوں اور بُرے لوگوں سے بچیں۔ اچھی اور نیکی کی زندگی گزاریں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور پاکستان کو بُرے لوگوں سے محفوظ رکھے۔ ہمیں پاکستان کی ترقی، خوشحالی اور امن کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ بھی کہیں آمین۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

محمد شعیب مرزا

آپ کے ایڈیٹر بھیا

اُس کی گستاخی پر صحابہ کرامؓ غصے میں آ گئے لیکن........

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ

غلام محمد صدیقی

ایک دن حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایسے میں ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ اونٹنی پر سوار تھا اور کوئی دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں قبیلہ کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کا رزق پہلے کی نسبت زیادہ ہو جائے گا لیکن وہاں قحط سالی آ گئی ہے، بارش بالکل نہیں ہو رہی اور فصلیں سوکھ گئی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جس طرح فراخی رزق کی بات سن کر وہ اسلام لائے ہیں اسی طرح قحط کے سبب اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں تو ان کی مدد فرمائیں۔ کچھ غلہ ان کے لئے بھجوا دیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی باتیں سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھ گئے

قبول اسلام سے پہلے وہ ایک یہودی عالم تھے۔

اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تقسیم کرنے کیلئے دیا تھا۔ وہ تمام تقسیم ہو چکا ہے، اس میں سے کچھ نہیں بچا''۔

یہ سن کر زید بن سعنہ آگے بڑھے اور بولے۔

''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کچھ مال ہے میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے سکتا ہوں اس مال کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فلاں قبیلہ کے باغ کی اتنی کھجوریں فلاں وقت دے دیجئے گا''۔

ان کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی کا باغ مقرر نہ کرو، میں تمہیں کسی بھی باغ کی کھجوریں دے دوں گا''۔

یہ سن کر زید بن سعنہ نے کہا:

''چلئے! یوں ہی سہی''۔

اس طرح حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ سودا کر لیا اور انہوں نے اپنے پاس موجود سونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سارا سونا اس دیہاتی کو دیا اور اس سے فرمایا:۔

''یہ ان کی مدد کیلئے لے جاؤ اور ان میں برابر تقسیم کر دینا''۔

اس سودے کی مدت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ دو تین دن باقی تھے کہ زید بن سعنہ آ گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرات شیخین کریمینؓ سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور چند دوسرے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کسی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور ایک دیوار کے سائے میں بیٹھنے کے لئے قدم اٹھا رہے تھے کہ زید بن سعنہ نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان پکڑ لیا اور غصے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا پھر نہایت بدتمیزی سے بولے:۔

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم عبدالمطلب کی اولاد نے ٹال مٹول ہی کرنا سیکھا ہے اور اب بھی ایسا ہی نظر آ رہا ہے''۔

ان کے یہ کہنے پر حضرت فاروق اعظم عمر بن خطابؓ غصے میں آ گئے، ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور انہوں نے زید بن سعنہ کو گھور کر دیکھا، پھر بولے۔

''اے اللہ کے دشمن! یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا خیال نہ ہوتا تو ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا''۔

ادھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غصے کا یہ عالم تھا اور ادھر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن سعنہ کی طرف دیکھ کر برابر مسکرائے جا رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظمؓ سے فرمایا:۔

''اے عمر فاروق بن الخطابؓ! تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے، تم مجھے اچھی طرح ادائیگی کرنے کا کہتے اور انہیں نرمی سے مطالبہ کرنے کیلئے کہتے۔ انہیں لے جاؤ اور جتنا ان کا حق بنتا ہے وہ انہیں دو اور تم نے جو انہیں دھمکایا ہے اس کے بدلے میں انہیں بیس صاع کھجور اور دے دو''۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ انہیں لے کر چلے گئے، اس وقت انہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ سے کہا:۔

''اے عمر فاروقؓ! کیا تم مجھے جانتے ہو؟''۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا:۔

''نہیں''۔

انہوں نے کہا:

''میں زید بن سعنہ ہوں''۔

یہ سن کر سیدنا فاروق اعظم علیہ الرضوان حیران ہوئے اور پوچھا:۔

''وہ یہودیوں کا بڑا عالم؟''۔

انہوں نے فوراً کہا۔

''ہاں!''۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اتنے بڑے عالم ہو کر تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سلوک کیا؟''۔

اس پر انہوں نے کہا:۔

''یا عمر فاروق بن الخطابؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیاں دیکھ لی تھیں لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں کہ ان کو میں نے ابھی تک نہیں آزمایا تھا، ایک یہ کہ نبی کی بردباری ان کے جلد غصے میں آ جانے سے زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا جی چاہے نادانی کا معاملہ کیا جائے ان کی بردباری اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے میں نے ان دونوں باتوں کو اب آزما لیا ہے۔ اے عمر فاروقؓ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، اللہ کے رب اور معبود ہونے پر، اسلام کے دین حق ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں اور اس بات پر بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کیلئے وقف ہے''۔

یہ سن کر سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔

''ساری امت نہ کہو، کیونکہ تم ساری امت کو دینے کی طاقت نہیں رکھتے''۔

یہ سن کر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اچھا بعض امت کے لئے وقف ہے''۔

اب حضرت عمر فاروق اعظمؓ ان کو ساتھ لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ، حضور رحمت اللعالمین پیغمبر کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر ایمان لے آئے، کلمہ طیبہ پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ یہ صحابی زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بہت سے غزوات میں رفاقتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوتے رہے اور غزوہ تبوک کیلئے جاتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆☆☆

’’پھول‘‘ کا بین الاقوامی دوستی اور امن میں اہم کردار ہے

روسی سکالر کا ’’پھول‘‘ کو خراج تحسین!

روسی کہانیوں کے تراجم کی اشاعت سے پاک روس دوستی بڑھے گی: ڈاکٹر لڈمیلا

’’پھول‘‘ بین الاقوامی تعلقات کے فروغ کے لیے کوشش جاری رکھے گا۔

سال 2018ء کو پاکستان روس کے تعلقات کی 70ویں سالگرہ کے طور پر منایا جارہا ہے۔

مدثر مرزا

جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بچوں کی پسند و ناپسند، نفسیات، جذبات، عادات واطوار، احساسات، فہم و ادراک، فطری رجحانات اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے نثری و نظمی تخلیقات کا ہونا وقت کا تقاضا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں لگ بھگ 5 کروڑ بچوں کے ادبی موضوعات پر صرف 20 فیصد کام ہو رہا ہے جو کہ قابل فکر کے ساتھ ساتھ قابل تشویش بھی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ادب کی اس صنف کو مشکل ترین تصور کیا جاتا ہے اور اکثر قد آور ادیب اور شاعر اس صنف میں طبع آزمائی سے ہچکچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو بے شمار صلاحیتیں ودیعت کی ہوئی ہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم انہیں معاشرے کا کارآمد فرد بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، بدقسمتی سے معاشرہ کا المیہ ہے کہ ہم نے انہیں یکسر نظر انداز کیا ہوا ہے اور ان پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ بچوں کو رہنمائی فراہم کرنے کیلئے ہمیں اپنی سوچ کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ بچوں پر اگر تھوڑی سی توجہ دی جائے تو یہ معاشرہ کیلئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

پاکستان ہی نہیں دنیا بھر میں ماہنامہ ’’پھول‘‘ کی بچوں کے ادب پر جو خدمات ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، یہ خوش آئند امر ہے کہ ’’پھول‘‘ بچوں کی رہنمائی کیلئے ایک مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ بچوں کے ادب کی اہمیت سے وہی اہل قلم آشنا ہیں جن کے اندر آنے والی نسلوں کے روشن مستقبل کی تڑپ ہے اسی روشن مستقبل کی تڑپ کو مدنظر رکھتے ہوئے محترم ڈاکٹر مجید نظامیؒ کے ہاتھوں لگایا ہوا یہ پودا اب تناور درخت بن چکا ہے جس کا پھل کھانے کے ساتھ ساتھ عوام اس کے سائے سے بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ ’’پھول‘‘ معاشرے کے کارآمد بچوں میں پائی جانیوالی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انفرادی طور پر جدوجہد کرنیوالے بچوں کو تلاش کر کے منظر عام پر لایا ہے کہ جو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ملک وقوم کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن معاشرہ کی طرف سے انہیں نظر انداز کئے جانے اور دیگر وجوہات کی بناء پر وہ حوصلہ ہار چکے تھے۔

روس کی معروف دانشور، اردو کی استاد اور کئی اردو کتابوں کی مصنفہ ڈاکٹر لڈمیلا ویسیلیوا نے اپنے خصوصی پیغام میں ماہنامہ ’’پھول‘‘ کی شاندار خدمات سے متاثر ہو کر ’’پھول‘‘ ٹیم کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ کسی اعزاز سے کم نہیں اور اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ نوائے وقت گروپ قوم کی ترجمانی کا بھرپور حق ادا کر رہا ہے۔ ڈاکٹر لڈمیلا ویسیلیوا کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ ماہنامہ ’’پھول‘‘ میگزین میں روس کی مشہور ترین لوک کہانی ’’جادوگر مچھلی‘‘ کے اردو ترجمے کی اشاعت پر دلی خوشی ہوئی، اس سے قبل بھی آپ نے روسی کہانیوں کے تراجم شائع کئے۔ آپ کی حوصلہ افزائی سے اب ریتا موزیلیوسکایا اور نادیا ویریکینا بھی ’’پھول‘‘ کے لیے لکھ رہی ہیں۔ آپ کے رسالے سے ہمارا قلمی تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا، ہم شکر گزار ہیں کہ ماہنامہ ’’پھول‘‘ کے ذریعے پاکستانی بچے روس کی تہذیب وثقافت سے آگاہ ہو رہے ہیں اور پاکستان اور روس کے عوام کو قریب لا رہے ہیں، آپ کی خدمات انسان دوستی کے حوالے سے بھی اہم ہیں، دوسری زبانوں سے تراجم شائع کرنے سے بچے جان سکتے ہیں کہ دنیا میں رہنے والے لوگوں کے رسم ورواج اور چال چلن میں کتنی قدریں مشترک ہیں، اس سے ایک دوسرے کے جذبات، دکھ سکھ اور ثقافت سے آگاہی ہوتی ہے، اس لئے ماہنامہ ’’پھول‘‘ امن، بین الاقوامی دوستی اور خیر سگالی کا پیغام پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے، آپ کے لئے نیک تمنائیں اور دعائیں‘‘۔

پاکستان میں ابھی بھی بہت سے ایسی جگہیں موجود ہیں جہاں بھوک وافلاس سے ستائے بچے غربت کے باعث تعلیم حاصل نہیں کر پا رہے، تھر کی ہی مثال لیں تو حالات کھل کر سامنے آ جاتے ہیں کہ جہاں صحت اور تعلیم کی سہولیات ناپید ہونے کی وجہ سے بچے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں، اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کی صورت میں ایک بیش بہا قیمت سے نوازا ہے لہٰذا اس کا استعمال بہت سوچ سمجھ کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ بچوں کے ادیبوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی تحریریں لکھیں جو انہیں سچا مسلمان، سچا پاکستانی اور ایک اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی وخوشحالی میں ایک مؤثر کردار ادا کرنے کیلئے رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں، یقیناً پاکستان میں قائم دیگر اعلیٰ تعلیمی اور اشاعتی اداروں کو بھی ’’پھول‘‘ کی تقلید کرتے ہوئے معاشرے کو اپنی خوشبو سے معطر کرنے کا فریضہ ادا کرنا چاہئے، اگر بچوں کی تربیت پر مناسب توجہ دے کر ان کی مناسب رہنمائی کی جائے تو یہ پاکستان کیلئے مزید کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد جب

بچوں کی کہانیوں کی پہلی کتابیں شائع ہونی شروع ہوئیں تو پڑھے لکھے لوگوں خواہ وہ بھارت میں مقیم تھے یا پاکستان میں وہ بخوبی ’’اینڈ بلٹن‘‘ کے نام کو جانتے تھے، مصنفہ اینڈ بلٹن کی وفات 1926ء میں ہوئی لیکن یہ دلچسپ امر ہے کہ بچوں کے لئے ان کی لکھی گئی 8 سو کتابیں آج بھی دنیا کے تقریباً 26 ممالک میں پڑھی جارہی ہیں اور ان کتابوں کی اشاعت پر ملنے والی رائلٹی سے بچوں کی فلاح بہبود کے کام آج بھی کئے جارہے ہیں۔ بچوں کا ادب نئی نسل کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، موجودہ دور میں تو ادب کی تخلیق کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ بچوں کی ادب کے ذریعے ذہن سازی کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ وہ ملکی ترقی وخوشحالی میں کردار ادا کرنے کے بارے میں غور وفکر کرنا شروع کریں۔

☆☆☆

مینار پاکستان قرارداد پاکستان کی یادگار کے طور پر بنایا گیا۔

مینار پاکستان اور 23 مارچ

ماریہ مختار

دوستو! آج ہم آپ کو مینار پاکستان بننے کی وجہ بتائیں گے کہ مینار پاکستان کیوں بنا؟۔ اور 23 مارچ اور مینار پاکستان کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟۔ 1960ء میں صدر فیلڈ مارشل ایوب خان نے مینار پاکستان کی تعمیر کے سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی اور اسی کمیٹی کی منظور شدہ سفارشات اور ڈیزائن پر اس مینار کی تشکیل ہوئی۔ اس کا ڈیزائن ترک ماہر تعمیرات مرات خان کو سونپا گیا، جس نے آزادی کی اس 62 میٹر بلند یادگار کو زمین سے 2 میٹر اونچے چبوترے پر ڈیزائن کیا۔

تعمیر کا کام میاں عبدالخالق اینڈ کمپنی نے 23 مارچ 1960ء میں شروع کیا اور 21 اکتوبر 1968ء میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس کی تعمیر کی کل لاگت 75 لاکھ روپے تھی۔ مینار پاکستان 18 ایکڑ رقبے پر محیط ہے اور مینار کا قطر تقریباً ساڑھے 97 میٹر ہے جس کے درمیان مینار پر چڑھنے کے لئے 324 سیڑھیاں اور جدید لفٹ نصب کی گئی ہے۔ مینار کے چاروں اطراف پھول کی کھلی پتیوں جیسے 9 میٹر اور نچے 10 سٹرکچرز، مینار کے گرد سرخ اور سبز پتھر سے بنائے گئے دو چاند نما تالاب، پانچ کونی ستارے سے مشابہہ چبوترا اور چاروں اطراف پھیلے سبز باغیچے اور ایک جھیل بھی موجود ہے جو مینار کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتی ہے۔ مینار کی تعمیر میں کنکریٹ، پتھر اور سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا ہے۔

منٹو پارک کو پہلے اقبال پارک اور اب گریٹر اقبال پارک کا نام دیا گیا ہے۔

مینار کا فرنٹ بادشاہی مسجد کی طرف ہے جس کے اطراف چار چبوترے بنائے گئے ہیں۔ پہلا چبوترا بغیر تراشے سنگ ٹیکسلا کے پتھر سے بنایا گیا ہے جو آزادی کی جدوجہد کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرا چبوترا ہتھوڑی سے تراشا ہوا ناہموار پتھر سے اور تیسرا چبوترا ہموار پتھر سے جبکہ چوتھا چبوترا پولش شدہ سفید پتھر سے بنایا گیا ہے جو تحریک پاکستان کی کامیابی کی علامت ہے۔ مینار کے نیچے سٹرکچر میں سفید سنگ مرمر پر قرارداد لاہور اور قرارداد دہلی کی عبارات اردو، بنگالی اور انگریزی زبان میں کندہ ہیں۔ مینار کی سنگ مرمر کی دیواروں پر قرآن کی آیات، محمد علی جناحؒ اور علامہ اقبالؒ کے اقوال اور مسلمانوں کی آزادی کی مختلف تاریخ کندہ ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے 99 صفاتی نام، عربی کیلی گرافی، علامہ اقبال کے چند اشعار اور پاکستان کا قومی ترانہ بھی سفید سنگ مرمر پر کندہ کیا گیا ہے۔ مینار پر جو خطاطی کی گئی ہے وہ حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم، محمد صدیق الماس رقم اور محمد اقبال کی مرہون منت ہے۔ مینار پاکستان کے احاطے میں پاکستان کے قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری کا مزار بھی ہے۔ مینار پاکستان عین اسی جگہ تعمیر کیا گیا جہاں مارچ 1940ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا 34واں سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی زیرصدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں نواب سر شاہنواز ممدوٹ نے استقبالیہ خطبہ دیا اور اے کے فضل الحق نے تاریخ ساز قرارداد لاہور پیش کی۔ جسے یادگار پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ اس جگہ کو اس وقت منٹو پارک کہتے تھے جو کہ سلطنت برطانیہ کا حصہ تھی۔ آج کل اس پارک کو اقبال پارک کے نام سے منسوب کیا گیا اور حال ہی میں اسے گریٹر اقبال پارک کا نام دیا گیا ہے۔ اس طرح سے مارچ 1940ء مسلم لیگ پاکستان اور برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سنہری دن ہے۔ قیام پاکستان کے 13 سال بعد قرارداد لاہور کی یاد میں منٹو پارک میں ایک یادگار بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مغربی پاکستان کے گورنر اختر حسین نے آزادی کی اس یادگار، مینار پاکستان کا سنگ بنیاد 23 مارچ 1960ء کو ایک سادہ سی تقریب میں ٹھیک اسی جگہ رکھا جہاں 1940ء میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا تھا، یعنی آج سے 73 برس قبل اسی جگہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سرزمین کو قائدؒ کا پاکستان بنانے کے لئے مل کر بھرپور کوشش کی جائے۔

شجر شجر بہار ہوگی ہرا بھرا یہ چمن رہے گا
مرے خدا کا فضل جو ہوگا سدا یہ روشن وطن رہے گا

☆☆☆

لومڑی نے خرگوش کے مکان پر قبضہ کرلیا تھا اور......

لومڑی، خرگوش اور مرغا

روسی لوک کہانی

ترجمہ: ریتا موزبلیوسکایا۔ نادیا وریکینا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جنگل میں ایک لومڑی اور ایک خرگوش رہتے تھے۔ جاڑے کے موسم میں لومڑی نے اپنے لئے برف کا گھر بنالیا اور خرگوش نے لکڑی کا۔ جب بہار آئی تو لومڑی کا گھر پگھل کر بہہ گیا اور خرگوش کے گھر کو کچھ نہ ہوا۔ لومڑی نے خرگوش سے کچھ عرصے کیلئے اس کے گھر میں رہنے کی اجازت مانگی خرگوش نے اجازت دے دی۔ لیکن جلد ہی لومڑی نے خرگوش کو اس کے گھر سے باہر نکال دیا۔

بیچارا خرگوش بے گھر ہو کر بہت دکھی ہو گیا اور سوچنے لگا: اب میں کیا کروں، پناہ لینے کہاں جاؤں؟۔ یہ سوچ کر وہ رونے لگا۔ اچانک خرگوش کو چند کتے نظر آئے۔

''اے خرگوش......تم کیوں رو رہے ہو؟''۔ کتوں نے پوچھا۔

خرگوش بولا......''میں کیوں نہ روؤں؟۔ میرا مکان لکڑی کا تھا اور لومڑی کا برف کا۔ بہار میں لومڑی کا گھر پگھل کر بہہ گیا اور لومڑی نے کچھ عرصے کیلئے میرے پاس رہنے کی اجازت مانگی اور پھر مجھے ہی میرے مکان سے باہر نکال دیا''۔

''رونا بند کرو، خرگوش۔ ہم اس لومڑی کو بھی تمہارے گھر سے نکال دیں گے''، کتوں نے کہا۔

''نہیں، یہ آپ کے بس کا کام نہیں ہے''۔ خرگوش نے جواب دیا۔ لیکن کتے لکڑی کے مکان کے پاس گئے اور زور زور سے چیخنے لگے: ''لومڑی، اے لومڑی، خرگوش کا مکان فوراً خالی کرو!''۔

جواب میں لومڑی کی آواز آئی:

''دفع ہو جاؤ یہاں سے! ورنہ

میں تمہاری ٹھکائی کروں گی اور تمہاری دھجیاں اڑادوں گی!''۔ تب کتے خوفزدہ ہو کر وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

اب کیا کیا جائے؟۔ بیچارا خرگوش آگے بڑھا۔ وہ کافی دیر سے رو رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک بھالو ملا۔ ''خرگوش، تم کیوں رو رہے ہو؟''۔ بھالو نے پوچھا۔

خرگوش نے جواب دیا: ''میں کیوں نہ روؤں؟۔ لومڑی نے مجھے میرے ہی گھر سے نکال دیا ہے''۔

''مت روؤ، خرگوش۔ میں اس لومڑی کو ضرور تمہارے گھر سے نکال دوں گا''، بھالو نے کہا۔ ''دیکھو، کتوں نے لومڑی کو بھگانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہے۔ تم بھی کچھ نہیں کر سکو گے''۔ خرگوش بولا۔ لیکن بھالو لکڑی کے مکان کے پاس جا کر زور زور سے چیخنے لگا: ''اے لومڑی، خرگوش کا مکان فوراً خالی کردو!''۔

''چلے جاؤ یہاں سے، ورنہ میں تمہاری پٹائی کروں گی اور دھجیاں اڑا دوں گی تمہاری!''۔ لومڑی نے جواب دیا۔

بھالو ڈر کے مارے دم دبا کر بھاگا۔

خرگوش اور زیادہ دکھی ہو کر آگے بڑھا۔ راستے میں اسے ایک مرغا نظر آیا جس کے پاس کلہاڑا تھا۔

''خرگوش، تم کیوں رو رہے ہو؟''۔ مرغے نے پوچھا۔

خرگوش بولا......''میں کیوں نہ روؤں؟ لومڑی نے کچھ عرصے کیلئے میرے گھر میں رہنے کی اجازت مانگی تھی اور پھر مجھے ہی وہاں سے نکال دیا''۔

''مت روؤ، خرگوش، میں اس لومڑی کو ضرور تمہارے گھر سے نکال دوں گا''۔ مرغے نے کہا۔ وہ دونوں لکڑی کے مکان کے پاس پہنچے اور مرغے نے چیخ کر پکارا: ''ککڑوں کوں! اے لومڑی، خرگوش کا مکان خالی کردو! میں کلہاڑا لے کر آیا ہوں، تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا!''۔

یہ سن کر لومڑی اس قدر ڈری کہ فوراً مکان سے نکل کر بھاگ گئی۔ اس کے بعد خرگوش اور مرغا لکڑی کے مکان میں ساتھ مل کر امن اور پیار سے رہنے لگے۔

☆☆☆

والدین کا ادب واحترام

محمد علیم نظامی

والدین اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی کسی بڑی نعمت سے کم نہیں۔ والدین کا ادب واحترام کرنا ہر بچے اور بچی پر لازمی ہے۔ جو بچے اپنے والدین کا ادب واحترام نہیں کرتے وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہوئے جہنم کی آگ میں جلنے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اولاد اپنے والدین کا احترام وادب کرے کیونکہ جب کسی بھی والدین کے بچے یا بچیاں اپنے والدین کا حکم نہ مانے یا ان کی حکم عدولی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور پھر جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو ایشت ایزدی ان کے بچوں پر اپنا قہر نازل کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں ڈال دیتے ہیں اور پھر وہ وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ایک صحابی نے آنحضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے سب سے زیادہ عزت واحترام وادب کا حقدار کون ہے؟۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں صحابیؓ نے پوچھا کہ "اور کون؟"۔ تو حضور نے جواب دیا کہ "پھر تیری ماں"۔ تیسری بار بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابیؓ کو ماں کا ادب واحترام کرنے کا کہا ان صحابی نے چوتھی بار پھر پوچھا کہ "ماں کے بعد کون؟"۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ "پھر تیرا باپ"۔

قرآن پاک میں واضح طور پر والدین کے ادب واحترام پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس طرح والدین نے اپنے بچوں کو بڑی محنت ومشقت ور انتھک جدوجہد سے پال پوس کر بڑا کیا ہوتا ہے اسی طرح اولاد کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے والدین کا بھرپور ادب واحترام کرے اور جب اس کے والدین پر کوئی مصیبت آجائے تو اولاد ان کی فرمانبرداری کرے ان کا ہر کہا مانے اور ان کی بیماری کی صورت میں ہر ممکن علاج ومعالجہ کا بندوبست کرے تاکہ والدین بھی انہیں ڈھیروں دعائیں دیں اور یوں دنیا وآخرت میں نہ صرف والدین بلکہ ان کے بچے بھی سرخرو ہوں۔
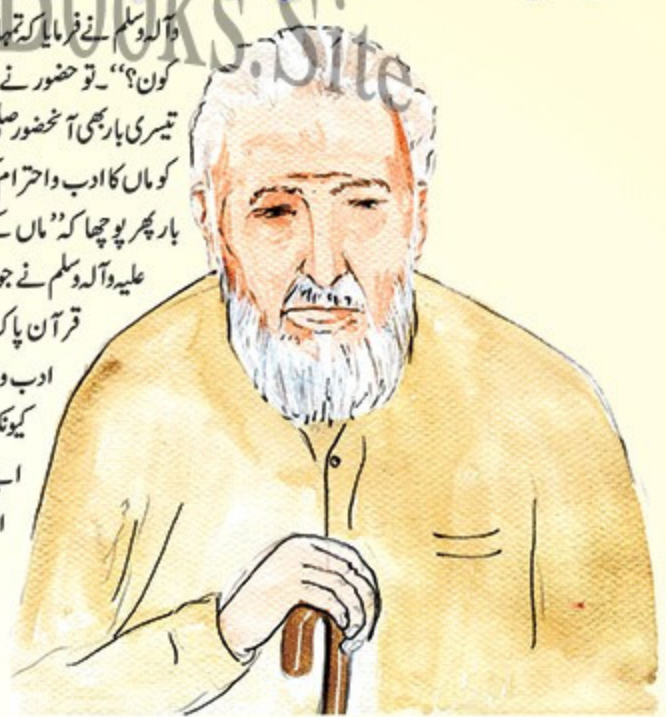
والدین کا احترام کرنا ہر عمر کے بچوں کیلئے لازم وملزوم ہے والدین جب اپنے بچوں کو اچھی تعلیم وتربیت سے نوازتے ہیں تو دینی تعلیم وتربیت اس طرح مضبوطی سے بچوں کے دل ودماغ میں رچ بس جاتی ہے کہ بچے خوشی سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ اسلامی شریعت کے مطابق اگر والدین اپنے بچوں کی تعلیم تربیت کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ بچے اپنی زندگی میں انقلاب برپا کر دیں اور صحت مند زندگی گزار کر معاشرے کا اچھا شہری بن سکیں۔

☆☆☆

والدہ کا حق

یاسر رضا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا "مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہاری ماں، میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں، اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد جو تمہارے قریبی رشتے دار ہوں، پھر جو ان کے قریبی رشتہ دار ہوں"۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی پیدائش وتربیت میں جو عورت کا حصہ ہے اس کے پیش نظر خواتین کے حقوق وفرائض کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مردوں کے برابر ہونے کے باوجود زیادہ قابل احترام مقام دیا گیا ہے اور ماں کی تکالیف اور مشقت کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی گود میں حضرت امام حسنؓ نے پرورش پائی۔ ان کی خاطر تاریخ اسلام کس قدر اہمیت اختیار کر گئی۔ اسلام میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں خواتین کو جو حقوق وفرائض عطا فرمائے ہیں وہ ان پر جتنی بھی شکر گزار ہوں کم ہے۔ بچہ ماں کی ذات سے اخلاقی دینی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ ماں کی شفیق وعظیم ہستی کی سادگی، بردباری وتحمل مزاجی کے ان مٹ نقوش بچے کے ذہن میں نقش ہو جاتے ہیں ایک شفیق ماں اپنی تمام کوشش اپنی اولاد کی تربیت میں صرف کرتی ہے وہ سیرت طیبہ کی روشنی میں اولاد کی اسلامی تعلیمات سے بہرور کرے اور خواتین کی عزت کا سبق سنائے۔

حدیث مبارک! "بلاشبہ اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے"۔ (بخاری مسلم)۔ اسلام میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بلند درجہ ماں کا ہے۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کے حصول جنت اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ الزہراؓ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کو ایک مکمل نمونہ عطا کیا جو دنیا کی سب سے عظیم ماں ہے۔ حضرت فاطمہ جیسی ماں کی تربیت کا کمال ہے، جس کی اولاد نے مدینہ سے کوفہ تک اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کو نئی تازگی بخشی۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے حالات زندگی میں رقم ہے کہ آپ نے اپنی جوانی میں اپنی والدہ سے کہا "دیکھیں امی جان! اللہ کا مجھ پر کتنا فضل ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میری تہجد قضا نہیں ہوئی" اور اس پر والدہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا "بیٹا تیری بات بجا مگر جب سے تو پیدا ہوا ہے۔ اس عمر سے لے کر آخری دن تک میں نے تجھے بلا وضو کبھی دودھ نہیں پلایا"۔ بابا فریدؒ کی زندگی ایک آئینہ تھی جس میں ماں کا عکس تھا۔

حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے بیٹے کی پرورش کے سلسلہ میں مشقت برداشت کی مکہ کے ویران میں آ کر اطاعت الٰہی کا جو فرض انجام دیا وہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک تمام حاجیوں کے لئے صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانا لازمی قرار دے دیا گیا۔

☆☆☆

خلیفہ کی دانش مندی

خلفائے راشدین کے دورِ حکومت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسا خلیفہ عطا کیا جس نے گذشتہ دور کی یاد تازہ کر دی۔ آپ کا نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھا۔ آپ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ سرکاری خزانے کو عام آدمی کی فلاح کے لئے خرچ کرتے تھے۔ فضول خرچی کو سخت ناپسند کرتے اور دوسروں کو بھی فضول خرچی سے منع کرتے تھے۔

آپ کو اطلاع ملی کہ سپہ سالار ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ اس کے باورچی خانے کا روزانہ کا خرچ بہت زیادہ ہے۔ آپ بہت پریشان ہوئے۔ سوچنے لگے کہ کس طرح سپہ سالار کو فضول خرچی سے بچنے کی ترغیب دی جائے۔ آخر کار ان کے دماغ میں ایک ترکیب سوجھی۔

آپ نے سپہ سالار کو پیغام بھیجا کہ ’’تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ اس لئے دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ‘‘۔ آپ نے باورچی کو کہا کہ ’’خوب لذیذ کھانا تیار کرے اور ساتھ ہی جو کا دلیہ بھی بنائے‘‘۔ سپہ سالار ملاقات کے لئے آیا تو آپ نے اس سے ضروری امور کے بارے میں گفتگو شروع کر دی۔ آپ اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک کہ وہ بھوک سے بے حال نہ ہو گیا۔ ادب اور احترام کی وجہ سے وہ کچھ کہہ تو نہ سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیا کہ بھوک کے مارے اس کا برا حال ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر آپ باورچی خانے کے خادم سے بولے: ’’ہمارا کھانا لے آؤ‘‘۔ خلیفہ نے باورچی کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے جو کا دلیہ لا کر رکھنا۔ چنانچہ اس نے جو کا دلیہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے سپہ سالار سے کہا: ’’بسم اللہ کیجئے!‘‘ سپہ سالار کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس نے جی بھر کر دلیہ کھایا۔ وہ اس وقت تک دلیہ کھاتا رہا جب تک اس کا پیٹ نہ بھر گیا۔ آپ نے بھی اس کے ساتھ وہی دلیہ کھایا۔

تھوڑی دیر بعد آپ نے خادم سے کہا: ’’ہمارے مہمان کا کھانا لے آؤ‘‘۔ خلیفہ کا حکم پاتے ہی تمام لذیذ اور مزے دار کھانے حاضر کر دیئے گئے۔ اتنے سارے کھانے دیکھ کر سپہ سالار بولا: ’’اے امیر المومنین! میرا پیٹ تو جو کے دلیے سے بھر چکا ہے۔ میں مزید کھانا کھانے سے قاصر ہوں‘‘۔

یہ سن کر خلیفہ بولے: ’’ہم نے ابھی جو کا دلیہ کھایا، اس پر صرف ایک درہم خرچ ہوا۔ اگر تم ایک درہم میں اپنا پیٹ بھر سکتے ہو تو روز زیادہ کیوں خرچ کرتے ہو؟۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تم غریبوں کی فلاح اور بہتری کے لئے خرچ کرو تو دنیا و آخرت میں بھی فائدہ ہوگا‘‘۔

سپہ سالار خلیفہ کے فرمان اور عملی مثال سے بہت متاثر ہوا اور اس نے زندگی سادگی سے گزارنے کا عہد کر لیا۔

☆☆☆

ندا نذیر نے اوکاڑہ سے خصوصی طور پر 23 مارچ کے لئے یہ خوبصورت کارڈ بنا کر بھیجا ہے۔

اس کہانی میں بچوں اور بڑوں کے لیے خاص سبق ہے۔غور سے پڑھیں۔

نذیر انبالوی

شہر کی مشہور شاہراہ پر واقع گولڈن ٹاور جب تعمیر ہوا تو اس وقت آس پاس زیادہ تر خالی پلاٹ تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مختلف رہائشی پلازے اور کاروباری مراکز بن گئے۔ شہر میں بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث دور دراز علاقوں سے آئے ملازمت پیشہ افراد چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ سردیوں میں تو وہاں رہنا قدرے آسان تھا مگر سخت گرم موسم میں ان تندور نما فلیٹوں میں رہنا کسی عذاب سے کم نہ تھا۔ بجلی کی آنکھ مچولی سے اس عذاب میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ جو کوئی ذرا سا آسودہ حال ہو جاتا ان فلیٹوں کو خیر باد کہہ جاتا۔ جب وہ اپنا سامان اندھیری سیڑھیوں سے اتار کر روشنی میں لاتا تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ اندھیرے غار سے روشنی کے سفر پر گامزن ہو گیا ہو۔

گولڈن ٹاور میں کئی خاندان طویل عرصہ سے رہائش پذیر تھے۔ کوئی کسی سرکاری دفتر میں کلرک تھا تو کوئی کسی نجی ادارے میں ملازمت کر کے زندگی کے دن بسر کر رہا تھا۔ کوئی چھوٹی سی دکان یا ٹھیلا لگا کر سانسوں کا سلسلہ برقرار رکھے ہوئے تھا، جب وہ کہیں مل بیٹھتے تو موضوع گفتگو یہی ہوتا کہ کب ان ڈربہ نما فلیٹوں سے جان چھوٹے گی۔ اچھے اور بڑے گھر کا خواب دیکھ دیکھ کر ان کی عمر بیت گئی تھی۔ اس موقع پر ہدایت اللہ اکثر اپنے دوستوں کو کہتے ”دوستو! ناشکری مت کرو، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اچھا سا مکان بھی مل جائے گا۔ جو ملا ہے اس کا شکر ادا کرو“۔

ان کی یہ بات سن کر سب خاموش ہو جاتے۔ پھر وہ اپنے اپنے معمولات میں مصروف ہو جاتے۔ جب کسی کے ہاں سے کسی اچھے گھر میں جانے کا وقت آتا تو سبھی اسے مبارکباد دینے کیلئے اکٹھے ہو جاتے۔ اسے دعاؤں میں رخصت کرتے۔ سب کی زبانوں پر یہی جملہ ہوتا کہ کاش وہ بھی جلد از جلد یہاں سے چلے جائیں۔ گولڈن ٹاور کی اکلوتی لفٹ اکثر خراب ہی رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے عمر رسیدہ لوگوں کو آنے جانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اماں بی! جی ہاں گولڈن ٹاور کا ہر رہائشی چاہے وہ کتنی ہی عمر کا کیوں نہ ہو، وہ انہیں اماں بی ہی کہہ کر پکارتا تھا۔ اماں بی پچھلے پچاس سال سے اس پلازہ میں رہائش پذیر تھیں۔ وہ 80 سال کی عمر کے باوجود چلتی پھرتی اور اپنے کام خود کرتی تھیں۔ دو بیٹیاں بیاہ کر اپنے گھر کی ہو چکی تھیں۔ اماں بی سکول میں پڑھاتی تھیں وہاں سے اب پنشن پا رہی تھیں۔ ان کے شوہر دو سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔ وہ اب اپنے فلیٹ میں یوں تو تنہا تھیں مگر اس کے باوجود ہر وقت ان کے اردگرد بچوں کا ہجوم رہتا تھا جو بچہ بھی اپنے فلیٹ سے نکلتا وہ اماں بی کے فلیٹ ہی میں جاتا تھا۔ بچے کو جہاں پیار ملے، جہاں اس کی زبان میں باتیں کی جائیں، اس کی دلچسپی کا سامان پیدا کیا جائے وہ تو وہیں جائے گا۔ اماں بی بچوں کو کہانیاں سناتیں، کھانے پینے کے لئے چیزیں دیتیں، اچھی اچھی باتیں اور ان بچوں کے درمیان مختلف نوعیت کے چھوٹے چھوٹے مقابلے بھی کرواتیں۔ جو بچہ مقابلہ جیت جاتا اسے ٹافی کا انعام ملتا۔ اماں بی تخت پوش پر بیٹھ کر یوں لگتی تھیں جیسے وہ بچہ نگر کی اماں بی ہوں اور یہ معصوم بچے ان کی رعایا ہیں۔ کسی بچے کو وہاں کوئی خطرہ نہ تھا۔ گولڈن ٹاور کے ساتھ ساتھ دوسرے پلازہ کے بچے بھی اماں بی کے فلیٹ میں آنے لگے تھے۔ بچے تو محبت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ جہاں انہیں محبت ملتی ہے وہیں چلے جاتے ہیں۔ اماں بی تھک جاتیں تو ننھے منے بچے ان کے ہاتھ پاؤں اور سر دبانے کی کوشش کرتے تو اماں بی کہتیں۔

”مجھے دباتے دباتے تم لوگ تھک جاؤ گے“۔

”میں بہت موٹا ہوں میں نہیں تھکوں گا“۔ گول مٹول حمزہ جب جواب دیتا تو بچے با آواز بلند کہتے ”حمزہ ہمارا گول مٹول“، اس کی آنکھیں گول گول، حمزہ ہمارا گول مٹول“۔

حمزہ کو اس وقت غصہ آتا جب زین آنکھیں مٹکا کر کہتا۔

حمزہ آلو گول مٹول حمزہ آلو گول مٹول، حمزہ زین کو گھورتا اس سے پہلے کہ وہ دست و گریبان ہوتے اماں بی دونوں کے درمیان آجاتیں۔ دونوں ایک دوسرے کو مارنے اور پکڑنے کی خوب کوشش کرتے مگر اماں بی ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتیں۔ جب معاملہ ذرا ٹھنڈا پڑتا تو حمزہ افسردہ لہجے میں سوال کرتا۔

”اماں بی! کیا آلو میرے جیسا ہوتا ہے؟“۔

اماں بی کے بولنے سے قبل عبداللہ فوراً کہتا۔ ”آلو تمہارے جیسا نہیں، تم آلو جیسے ہو“۔ پھر سارے بچے ہی حمزہ آلو گول مٹول، حمزہ آلو گول مٹول، گانے لگتے۔ ہاں اس کورس میں اماں بی بھی کبھی کبھار اپنی آواز شامل کر دیتی تھیں۔ حمزہ جب اماں بی کو دیکھتا تو وہ خاموش ہو جاتیں تھیں۔ حمزہ ناراض ہو کر وہاں سے جانے لگتا تو اماں بی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگاتیں، خوب پیار کرتیں، جب حمزہ پھر بھی نہ بولتا تو وہ کہتیں۔ ”اوئے موٹے آلو گول مٹول اب بول بھی پڑو“۔

”میں آپ سے بات نہیں کروں گا، میں اب دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا“۔

”تم یہاں نہیں آئے تو ہم سب تمہیں اٹھا کر یہاں لے آئیں گے“۔ یہ دھمکی رمشا نے دی تھی۔

”بھئی میں معافی مانگتی ہوں، بچو تم بھی میرے پیارے بیٹے حمزہ سے معافی مانگو“۔ اماں بی کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ سب بچے حمزہ کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ سب بچے یک زبان ہو کر بولے:

”سوری حمزہ سوری، ہمیں معاف کر دو“۔

”میں تم سب کو معاف کرتا ہوں،، آئندہ اگر مجھے آ......

آ......“ حمزہ اپنی بات بھی مکمل نہ سکا۔

”آلو کہا تو میں دوبارہ سب کو معاف کر دوں گا“۔ شائم نے حمزہ کا جملہ مکمل کیا تو سب بچے مسکرانے لگے۔ پھر سب مسکراتے چہروں کے ساتھ اماں بی کو اللہ حافظ کہہ کر اپنے اپنے فلیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ اگلے دن بچے اماں بی کے ہاں گئے تو ایک نوجوان ان کے ساتھ تخت پوش پر بیٹھا تھا۔ اماں بی نے بچوں سے اس کا تعارف کرواتے ہوئے کہا: ”یہ میرے چچا زاد بھائی کا بیٹا شہزاد ہے، اس نے کالج میں داخلہ لیا ہے، میرا پوتا اب میرے پاس رہے گا، ہاں یاد آیا اسے بہت سی کہانیاں یاد ہیں، یہ بہت سے پرندوں اور جانوروں کی آوازیں بھی نکال سکتا ہے،

یہ آپ کو مزے مزے کی کہانیاں سنائے گا''۔ جب یہ تعارف ختم ہوا تو شہزاد نے چڑیا کی طرح چوں چوں کرتے ہوئے بچوں کو مخاطب کیا:

''پیارے بچو! کیا کہانی سنو گے، ایک پیاری سی کہانی، چوں، چوں، چوں''۔

بچوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''جی، اچھی سی کہانی سنائیے''۔

پھر شہزاد نے چوں چوں چڑیا کی کہانی سنائی تو بچے اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے ''شہزاد بھیا زندہ باد'' کے نعرے بلند کیے۔ چند دنوں ہی میں بچے شہزاد سے گھل مل گئے۔ اماں بی تخت پوش پر بیٹھ کر بچوں کو شہزاد سے کھیلتے، باتیں کرتے اور کہانیاں سنتے دیکھ کر خوش ہوتیں۔ کچھ بچے پڑھائی کے حوالے سے بھی شہزاد سے مدد لینے لگے تھے۔ چھٹی والے دن اماں بی کا فلیٹ سارا دن بچوں سے بھرا رہتا تھا۔ شہزاد کی مصوری بھی بہت اچھی تھی۔ اب ہر بچے کی فرمائش تھی کہ پہلے اس کی تصویر بنائی جائے۔ حمزہ جب کرسی پر بیٹھا تو شہزاد نے اس کو دیکھ کر کہا: ''واہ! کیا انداز ہے؟''۔

''تو شہزاد بھیا پھر بنا دیجئے ایک عدد تصویر''۔ حمزہ اپنے ہاتھوں کو لہراتے ہوئے بولا۔

''تو ٹھیک ہے ابھی بناتا ہوں اپنے حمزہ کی تصویر''۔ شہزاد یہ کہہ کر پینسل اور کاغذ لے کر حمزہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے حمزہ کو بغور دیکھا۔

''ارے، یوں نہیں، گردن سیدھی کرو، اور سیدھی...... پھر گردن ٹیڑھی کر لی ہے، تم اس طرح نہیں سمجھو گے''۔ یہ کہہ کر شہزاد اپنی جگہ سے اٹھ کر حمزہ کے پاس آیا۔ اس کی گردن کو سیدھا کیا۔ اس کے بالوں کو چھوا،، اس کے رخساروں پر چٹکی کاٹی اور اس کے ہاتھ کا بوسہ بھی لیا۔ اب دوبارہ تصویر بنانے کا عمل شروع ہوا۔ حمزہ ہر بار گردن ٹیڑھی کر لیتا۔ شہزاد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی گردن سیدھی کرتا اور اپنے پہلے والے عمل کو دہراتا۔ حمزہ ایسا کرنے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ تصویر بنتی رہی اور یہ عمل جاری رہا۔ اس دن صرف حمزہ کی آنکھیں ہی بن پائیں۔ اماں بی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس لئے وہ اپنے کمرے ہی میں موجود تھیں۔ صحن میں بچے ہی بچے تھے۔ شہزاد نے انہیں رحم دل شہزادے کی کہانی سنائی تو عبداللہ بولا: ''لگتا ہے رحم دل شہزادہ آپ جیسا ہی تھا''۔

''شہزاد بھیا! آپ بہت اچھے ہیں''۔ رمشا نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

''اس تعریف سے خوش ہو کر مابدولت کل آپ کی تصویر بنائیں گے''۔ شہزاد نے رمشا کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''اور میری تصویر کا کیا بنے گا؟'' حمزہ کو اپنی تصویر کی فکر لاحق تھی۔

''تمہاری تصویر کا آلو بنے گا آلو''۔ عبداللہ کی یہ بات سن کر حمزہ رونے لگا، شور مچانے لگا۔

''ارے...... ارے...... چپ ہو جاؤ اماں بی کی طبیعت ٹھیک نہیں، میں پہلے تمہاری ہی تصویر بناؤں گا، تم تو بہت پیارے ہو بالکل......''

''بالکل آلو کی طرح''۔ عبداللہ نے شہزاد کی بات درمیان سے اچک لی تھی۔

''بہت بری بات، تم تو بالکل چاند کی طرح ہو، اچھا ناراض مت ہونا، کل سب سے پہلے تمہاری تصویر مکمل کروں گا اور پھر پیاری سی رمشا کی''۔ یہ کہہ کر شہزاد نے رمشا کا ہاتھ پکڑا تو اسے عجیب سا لگا تھا۔ اس نے فوراً ہاتھ چھڑا لیا۔ شہزاد نے دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو رمشا تخت پوش کے دوسری جانب چلی گئی۔ بات یہیں ختم ہو گئی تھی۔ رمشا اس سے اگلے دن دوبارہ بچوں کے ساتھ اماں بی کے فلیٹ میں موجود تھی۔ اماں بی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ انہوں نے کھڑکی کے پاس اپنا بیڈ لگا لیا تھا۔ اب وہ کمرے سے صحن میں آسانی سے سب کچھ دیکھ سکتی تھیں۔ جو بچہ بھی آتا کمرے میں انہیں سلام کرنے کے لئے ضرور آتا، وہ اسے دعائیں دیتیں اور پیار کرتیں۔

اب تصویر بنانے کا مرحلہ شروع ہوا۔ حمزہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ شہزاد نے گردن سیدھی کرنے کے بہانے کئی بار اس کے گال چھوئے، ہاتھوں کو چوما، یہ عمل کئی بار دہرایا گیا۔ اچانک اماں بی کی نظر پڑی تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ حمزہ کے بعد رمشا اب کرسی پر بیٹھی تھی۔ تصویر بناتے ہوئے شہزاد نے کئی بار رمشا کے بالوں، رخساروں اور ہاتھوں کو چھوا۔ جب شہزاد نے بار بار ایسا کرنا شروع کیا تو رمشا نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا:

''اپنی گندی حرکتوں سے باز آؤ، میں بچی نہیں ہوں، مجھے ہاتھ مت لگاؤ...... اماں بی...... اماں بی''۔ غصے میں یہ پکارتے ہوئے رمشا اماں بی کے کمرے میں چلی گئی۔ رمشا روتے ہوئے اماں بی سے لپٹ گئی۔ رمشا نے کچھ بتانے کی کوشش کی تو اماں بی بولیں:

''تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں،، میں کھڑکی سے سب کچھ دیکھ چکی ہوں''۔

''میں اب آپ کے ہاں نہیں آؤں گی''۔ رمشا نے روتے ہوئے کہا۔

''ایسا مت کہو، میں اس مشکل کا حل نکالتی ہوں، میں شہزاد کے ابو کو فون کرتی ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا''۔

پھر اماں بی نے شہزاد کے ابو خلیل کو فون کر کے اپنے فلیٹ میں بلا لیا۔ اگلے دن شہزاد کے ابو آ گئے۔ فلیٹ میں اس وقت سناٹا تھا۔ اماں بی نے جو دیکھا اور سنا تھا وہ خلیل کو بتا دیا۔ خلیل نے غصے سے شہزاد کو گھورا۔ اسے مارنا چاہا۔ اماں بی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا: ''میں اب اس کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی، اسے یہاں سے لے جاؤ، یہ یہاں رہا تو میرا بچہ نگر ویران ہو جائے گا، میں اپنا بچہ نگر آباد رکھنا چاہتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ شہزاد کسی کمزور لمحے میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جو اس کے لئے اور دوسروں کے لئے بھی باعث شرم ہو، تم اسے یہاں سے لے جاؤ اور اپنی نگرانی میں اس کی پرورش کرو، اسے تمہاری آنکھوں، توجہ اور نگرانی کی ضرورت ہے، لے جاؤ اسے''۔

خلیل نے یہ سن کر شہزاد کا ہاتھ پکڑا اور اسے اماں بی کے فلیٹ سے لے جا کر اپنی توجہ اور نگرانی کے پہرے میں اس کی پرورش کا آغاز کیا۔

شہزاد کے ہوتے ہوئے بچوں نے اماں بی کے فلیٹ میں نہ آنے کا جو فیصلہ کیا تھا اب وہ فیصلہ بدل گیا تھا۔ اب اماں بی کے ہاں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کوئی بچوں کے ساتھ گندی حرکات کرنے والا موجود نہ تھا۔ ایک دفعہ پھر بچہ نگر آباد ہوا تو اماں بی کی طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی تھی۔ بچوں نے اماں بی کی صحت یابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا۔

☆☆☆

پیارا پاکستان ہمارا

ساجدہ حنیف

دانیال اور زینب دونوں بہن بھائی او۔لیول کے طالب علم تھے۔ انہیں دسمبر کی چھٹیوں کا انتظار تھا۔ کلاس میں انہیں اسائنمنٹ دی گئی جس کا موضوع تھا ”پیارا پاکستان ہمارا“۔ اس میں آدھ گھنٹے کی مووی اور کچھ کیمرے کی آنکھ سے بنی تصاویر بنانا تھیں۔

دونوں بہن بھائی کا فیصلہ تھا کہ رات کو کھانے کے بعد بابا سے گاؤں کی سیر اور پاکستانی ثقافت کی مووی بنانے کا ذکر ضرور کریں گے۔

شام کو بابا گھر آئے تو کھانے کے بعد ہم نے اپنی بات شروع کی انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ وہ اپنے بچوں کو ملک وملت کی خدمت کرتے دیکھنا چاہتے تھے۔

بابا نے کہا ”بیٹا میرا ایک پرانا ڈرائیور ہجو گاؤں میں رہتا ہے میں اس سے بات کرتا ہوں“۔

ڈرائیور سے بات کی تو وہ بولا ”صاحب جی مجھے بہت خوشی ہے۔ آپ نے مجھے خدمت کا موقع دیا“۔ اس نے اپنے ہی گھر میں اپنے صاحب اور بچوں کے لئے رہائش کا انتظام کروالیا۔

رات کو بچے باپ کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔ بابا کے آنے پر کھانے کے بعد بابا نے بچوں سے کہا......

”بچوں! 31 دسمبر کی صبح ہم گاؤں کے لیے نکلیں گے۔ بس اپنے بیگ ضروری تعلیمی سامان کے ساتھ تیار کرلو“۔

”بابا شکریہ۔ ہم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ 31 دسمبر 2017ء کے غروب آفتاب کو الوداع کہنا ہے اور 2018ء کے سورج کی پہلی کرن دیکھنا ہے“۔

31 دسمبر کی صبح رحمت عین وقت پر رحمان صاحب کے گھر پہنچ گیا بچے پہلے سے ہی منتظر تھے۔ گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ راستے میں راہٹ آ گیا۔ بچوں نے رحمت انکل سے پوچھا ”انکل یہ کیا بیل کو عینک نما خوبصورت چمڑے پر پیتل کے موتی جڑے پہنا رکھا ہے“۔

”بیٹا جب ہم ہل چلاتے ہیں، پانی کنویں سے نکالتے ہیں یہ لگام کے ساتھ گلے میں گھنٹیاں اور آنکھوں پہ عینک لگا دیتے ہیں جس سے ایک تو وہ سیدھا چلتا ہے دوسرا وہ کہیں ڈر نہ جائے۔ آپ نے لاہور میں دیکھا ہو گا گھوڑوں، گدھوں کو بھی یہ پہنایا جاتا ہے“۔

عصر کی نماز سے کچھ پہلے سب لوگ رحمت کے گھر موجود تھے۔ رحمت کی بیوی نے ساگ، مکی کی گرم گرم روٹیاں اور مکھن، لسی پیش کی جسے بڑے شوق سے کھایا گیا۔

مغرب کے وقت رحمت نے بچوں سے کہا ”بچو جلدی چلو مسجد میں اذان کا وقت ہو جائے گا ہم نے مسجد کی چھت پر اونچی جگہ سورج 31 دسمبر 2017ء کے غروب ہونے کا نظارہ کرنا ہے“۔ دیکھتے ہی دیکھتے دیہاتی کھیتی باڑی کا سامان لے کر مغرب سے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ پرندے اپنی اپنی پناہ گاہوں اور گھونسلوں کی جانب گروہوں کی شکل میں اور چڑیاں درختوں میں چھپ رہی تھیں۔ پرندے سرخ سورج کے سامنے سے گزرتے پیارے دکھائی دے رہے تھے۔ دانیال اس خوبصورت نظارے کو کیمرہ میں قید کرنے لگا سورج دھیرے دھیرے غروب ہو رہا ہے۔

31-12-2017 کا سورج سب کو الوداع کرتا اور دعائیں دیتا غروب ہو گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد مولانا جی نے پاکستان کیلئے ہزاروں دعائیں مانگیں۔ اسائنمنٹ کی تیاری میں زینب اور دانیال کا مووی میں ہونا ضروری تھا۔ یہ ایک خاص شرط تھی بچوں کیلئے۔

”اب انکل ہم نے صبح یکم جنوری 2018ء کے سورج کو دیکھنا ہے جس کی پہلی کرن کے لئے کوئی میدانی جگہ تلاش کرنی ہے“۔ زینب نے کہا۔

”ہاں بچو! اس کے لیے میں تمہیں یہاں کی سب سے پرانی اور سب سے بڑی مسجد لے جاؤں گا“۔

صبح منہ اندھیرے بچے، بابا جانی اور رحمت نے مسجد کا رخ کیا۔ اذانوں کی آوازیں آنے لگی

بچوں نے مسجد پہنچ کر اپنی مووی کی لائٹ آن کی مسجد کے حجروں میں کسی شاہکار نے مسجد کی دیواروں پر نعت مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حمد اور خانہ کعبہ، مسجد نبوی کی چند تصاویر لگا رکھی تھیں۔ دونوں بچوں نے مختلف زاویے سے تصویر کشی کی۔

1-1-18 کا سورج دھیرے سے خوبصورت انداز میں بادلوں کی اوٹ سے نکل کر نیا سال مبارک کہہ رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد باہر دیکھا تو دیہاتی کھیتی باڑی کا سامان لے کر کھیتوں کی جانب جا رہے تھے۔ رحمت نے بچوں کو بتایا ”یہ کھیتوں میں جو آدمی بازو پھیلائے کھڑا ہے یہ نہ بولتا ہے نہ ہلتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ کیونکہ یہ لکڑی کے ڈنڈے سے مصنوعی آدمی بنایا گیا ہے تاکہ پرندے فصل کو تباہ نہ کرسکیں“۔

”خوب! انکل جی“۔

اس کے بعد بچوں نے ریلوے سٹیشن جو بہت پرانا اور خوبصورت تھا جس میں (کنگز انجن) جو کبھی پتھر کے کوئلوں سے چلتا تھا دیکھا۔ سٹیشن کا پلیٹ فارم کچا تھا۔ ریلوے لائن کے اردگرد کوئی باڑہ وغیرہ نہ تھا ہر کوئی آسانی سے گزر جاتا۔

”انکل یہ چاند گاڑی نما کیا چیز ہے؟۔ جیسے دو آدمی دھکیل رہے ہیں“۔ دانیال نے پوچھا۔

”بچو! یہ لوہے کا ٹھیلا بنا ہے۔ ریلوے لائن کی توڑ پھوڑ یا خرابی وغیرہ کو دیکھنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ یعنی اس سے ریلوے لائن چیک کرتے ہیں“۔ رحمت نے بتایا۔

گاؤں کے تاریخی مقامات دیکھنے کے بعد بچوں نے چند گھنٹے رحمت کے گھر آرام کیا اور لاہور اپنے گھر کی جانب چل پڑے۔ راستے میں کہیں کبڈی کا میچ، کہیں گلی ڈنڈا بچے کھیل رہے اور کہیں بندر کلہ مشہور کھیل دیکھا۔ دانیال جلدی جلدی سے تصویریں بناتا رہا۔

بچے گھر پہنچ کر رات بھر مووی دیکھتے رہے اور اسائنمنٹ کے لئے تصاویر بمعہ تفصیلاً تحریر کرتے رہے۔ تیسرے دن جب سکول کھلا تو دو روز بعد بچوں کی کلاس کی آرٹ کی نمائش تھی۔

دانیال اور زینب کی اسائنمنٹ کو سب نے بہت پسند کیا اور دونوں بچوں کو اول انعام اور نقدی دی گئی۔ سکول میں زینب اور دانیال کی کامیابی پر پارٹی کا انتظام کیا گیا۔

یہ سارا کریڈٹ والدین اور استاد کو جاتا ہے بچوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کر کے ان کی ہمت بڑھائیں تاکہ وہ ایک کامیاب انسان بن سکے۔

☆☆☆

دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس

''محمد اقبال اور محمد عاکف فکری مماثلتیں اور تہذیبی اشتراکات''

محمد شعیب مرزا

ڈاکٹر محمد کامران کانفرنس کی شیلڈ ڈاکٹر خلیل طوقار کو پیش کر رہے ہیں۔ فاروق عادل، پروفیسر اکرم اکرام اور ڈاکٹر محمد سلیم مظہر بھی موجود ہیں۔

کانفرنس شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اور یونس ایمرے ترک مرکز ثقافت کے اشتراک سے منعقد کی گئی۔
کانفرنس میں ترکی اور پاکستان کے نمایاں سکالرز نے مقالے پیش کیے۔
پاکستان اور ترکی کے درمیان تعلقات کے فروغ کیلئے ایسے پروگراموں کا انعقاد ضروری ہے۔

پاکستان اور ترکی کے درمیان برادرانہ اور مضبوط تعلقات قائم ہیں۔ دونوں ممالک مشکل گھڑی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ پاکستان اور ترکی میں بہت سی قدریں مشترک ہیں۔ اردو زبان میں سات ہزار سے زائد الفاظ ترکی زبان کے استعمال ہوتے ہیں۔ پاکستان کے قومی شاعر محمد اقبال اور ترکی کے قومی ترانے کے خالق محمد عاکف کے درمیان بھی کئی قدریں مشترک ہیں۔ اسی حوالے سے کلیہ علوم شرقیہ اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور اور حال ہی میں ترکی کے معروف سکالر اور اردو شناس ڈاکٹر خلیل طوقار کی سربراہی میں پاکستان میں قائم ہونے والے یونس ایمرے ترک مرکز ثقافت لاہور کے اشتراک سے 30 اور 31 جنوری 2018ء کو دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کا موضوع تھا۔ ''محمد اقبال اور محمد عاکف فکری مماثلتیں اور تہذیبی اشتراکات''۔

اس کانفرنس میں پاکستان اور ترکی سے اسکالرز نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور مقالے پیش کیے۔

کانفرنس کا افتتاحی اجلاس 30 جنوری کو الرازی ہال نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی میں زیر صدارت پروفیسر ڈاکٹر اکرم شاہ اکرام ہوا۔ مہمانان خصوصی معروف صحافی، ادیب اور صدر پاکستان کے مشیر فاروق عادل اور ڈائریکٹر یونس ایمرے ترک مرکز ثقافت لاہور پروفیسر ڈاکٹر خلیل طوقار تھے۔

چیئرمین شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی ڈاکٹر محمد کامران نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ کانفرنس کے انعقاد کے مقاصد پر روشنی ڈالی

کانفرنس شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اور یونس ایمرے ترک مرکز ثقافت کے اشتراک سے منعقد کی گئی۔
کانفرنس میں ترکی اور پاکستان کے نمایاں سکالرز نے مقالے پیش کیے۔
پاکستان اور ترکی کے درمیان تعلقات کے فروغ کیلئے ایسے پروگراموں کا انعقاد ضروری ہے۔

اور تمام مقالہ نگاروں خاص طور پر ترکی سے آئے ہوئے اسکالرز کا شکریہ ادا کیا۔ ڈین کلیہ علوم مشرقیہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم نے کہا کہ موجودہ حالات میں پاکستان اور ترکی کے تعلقات کو مزید مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کانفرنس بھی اس میں معاون ثابت ہوگی۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر ضیاء الحسن نے بخوبی انجام دیئے۔ ترکی سے خصوصی طور پر کانفرنس میں شرکت کیلئے آنے والے اسکالرز DR.IBRAHIM OZTURKCU' DR.NIHAT DEGIRMENCI'DR.NEVIN KARABELA'DR.ZEKAI KARDAS'DR.MEHMET RUYAN SOYDAN'DR.AZMI BILGIN DR.VAHDETIN'DR.ALI

ڈاکٹر خلیل طوقار اور ڈاکٹر محمد کامران ترک سکالرز کے ہمراہ

GUZELYUZ کے علاوہ پاکستانی اسکالرز ڈاکٹر زاہد منیر عامر، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر بصیرہ عنبرین، ڈاکٹر خالد سنجرانی، ڈاکٹر قاضی عابد، ڈاکٹر آصف اعوان، ڈاکٹر عابد سیال، ڈاکٹر فاطمہ حسن، ڈاکٹر عطیہ سید، پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر عارفہ شہزاد، پروفیسر ڈاکٹر اقبال شاہد و دیگر نے ڈاکٹر محمد اقبال اور ترک شاعر محمد عاکف کی حیات و خدمات اور دونوں برادر اسلامی ملکوں کے ان دونوں قومی شاعروں کی فکری مماثلتیں اور پاک ترک تہذیبی اشتراکات پر اپنے سیر حاصل مقالے پیش کیے۔ مختلف سیشنز کی صدارت ڈین کلیہ شرقیہ پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج پروفیسر ڈاکٹر سلیم مظہر، پروفیسر ایمریطس ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، پرنسپل اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری نے کی۔ مہمان خصوصی مشیر صدر پاکستان اور بہت سی کتابوں کے مصنف فاروق عادل نے کانفرنس کے انعقاد کو پاکستان اور ترکی کے درمیان دوستی میں اضافے کے حوالے سے اہم

محمد شعیب مرزا پرنسپل اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کے ہمراہ کانفرنس کے دوران

قرار دیا اور کہا کہ اس کانفرنس سے پاکستانی عوام اور ادیبوں و دانشوروں کو ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف کے بارے جاننے میں مدد ملے گی اور ترکی کے دانشور بھی علامہ اقبال کو مزید بہتر انداز سے جانیں گے۔

یونس ایمرے ثقافتی مرکز کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر خلیل طوقار نے اپنے خطاب میں کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی خاص طور پر شعبہ اردو کا شکریہ ادا کیا۔ جن کے تعاون کے بغیر کانفرنس کا انعقاد ممکن نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ وقت کے ساتھ ساتھ پاکستان اور ترکی کے درمیان تعلقات پائیدار ہوتے جائیں گے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے تفصیل کے ساتھ محمد اقبال اور محمد عاکف کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری اور پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر نے اس کانفرنس کے انعقاد کو پنجاب یونیورسٹی اور شعبہ اردو کیلئے باعث فخر قرار دیا اور سربراہ شعبہ اردو ڈاکٹر محمد کامران، اساتذہ اور طلبا و طالبات کو مبارکباد پیش کی۔ کانفرنس میں ادیبوں، شاعروں کے علاوہ شعبہ اردو کے طلبا و طالبات نے دونوں دن بھرپور شرکت کی۔ تمام مقالہ نگاروں اور مہمانوں کو یادگاری شیلڈز اور بیگز پیش کیے گئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد زکریا ذاکر نے کانفرنس کے انعقاد کو پاکستان اور ترکی کے مابین دوستی کے سفر میں اہم سنگ میل قرار دیا۔

☆☆☆

چودھری اسد اللہ خان

مارچ کے اہم واقعات

☆ یکم مارچ 1940ء:
اسلامیہ کالج ریلوے روڈ گراؤنڈ میں بانی پاکستان قائداعظمؒ نے اپنی تاریخی تقریر کے آغاز میں طلباء سے خطاب میں پہلا جملہ فرمایا۔
"To day is the first of March. let us March on"۔

☆ 2 مارچ 2015ء: ورلڈ کپ کرکٹ کے میچ میں پاکستانی ٹیم نے زمبابوے کو 20 رنز سے شکست دے کر پہلی فتح سمیٹ لی۔ ملک بھر میں خوب جشن منایا گیا۔

☆ 3 مارچ 2013ء: پاکستانی صدر آصف علی زرداری نے سزائے موت کے 78 قیدیوں کی "سزائے موت" عمل درآمد روک کر اسلام پسندوں کو ناراض اور لبرل لوگوں کو نہال کیا۔

☆ 4 مارچ 1193ء: اسلامی دنیا کے عظیم جرنیل فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی 57 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

☆ 5 مارچ 1959ء: صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے دور حکومت میں راولپنڈی شہر میں "ایوب نیشنل پارک" راولپنڈی کا افتتاح ہوا۔

☆ 6 مارچ 632ء: امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ شہر کے میدان عرفات میں ہزاروں حجاج اکرام کو خطبہ حجۃ الوداع دیا۔

☆ 7 مارچ 1876ء: گراہم بیل نے "ٹیلی فون" ایجاد کیا۔

☆ 8 مارچ 2014ء: ملائیشین ایئرلائن کا طیارہ بیجنگ (چین) جاتے ہوئے ویت نام کے جزیرہ فو کوک میں گر کر تباہ ہو گیا اور 239 مسافر ہلاک ہو گئے۔

☆ 9 مارچ 1858ء: مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو انگریز سرکار نے رنگون جلاوطن کر دیا۔

☆ 10 مارچ 2015ء: پاکستان نے 2750 کلومیٹر تک ہدف کو نشانہ بنانے والے بیلسٹک میزائل شاہین تھری کا کامیاب تجربہ کیا۔

☆ 11 مارچ 1949ء: "پاکستان سکیورٹی پرنٹنگ پریس کارپوریشن" کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

☆ 12 مارچ 1991ء: پاکستان کے سابق آرمی چیف، سابق گورنر بلوچستان جنرل (ر) محمد موسیٰ انتقال کر گئے۔ وہ سپاہی سے ترقی کر کے اس بڑے منصب تک پہنچے تھے۔

☆ 13 مارچ 1877ء: آسٹریلیا اور انگلینڈ کے درمیان دنیا کا پہلا کرکٹ ٹیسٹ میچ کھیلا گیا۔

☆ 14 مارچ 1931ء: ہندوستان میں پہلی فلم "عالم آرا" ریلیز ہوئی۔

☆ 15 مارچ 2015ء: پاکستان کی معروف ماڈل "ایان علی" 5 لاکھ ڈالر دبئی سمگل کرتے ہوئے گرفتار کر لی گئی۔

☆ 16 مارچ 2009ء: سپریم کورٹ آف پاکستان نے پرویز مشرف صدر پاکستان کے برطرف کردہ چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چودھری کو دیگر ججوں کے ساتھ بحال کر دیا۔

☆ 17 مارچ 2017ء: درگاہ نظام الدین اولیاء (بھارت) کے علماء پاکستان میں لاپتہ ہو گئے۔ بھارتی وزیر خارجہ سشما سوراج نے تحقیقات کرنے کا کہا۔

☆ 18 مارچ 2017ء: پاکستان اور بھارت کے درمیان چلنے والی سمجھوتا ایکسپریس ٹرین میں دھماکہ کیس میں بھارتی عدالت نے 13 پاکستانی گواہ طلب کر لئے۔

☆ 19 مارچ 2008ء: صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں پہلی خاتون سپیکر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

☆ 20 مارچ 2014ء: سابق وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف نے میانوالی پی اے ایف بیس کو بے مثال سکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم کے نام پر "ایم ایم عالم بیس" کا نام دے دیا۔

☆ 21 مارچ 2017ء: تہمینہ جنجوعہ نے پاکستان میں سیکرٹری خارجہ کا منصب سنبھال لیا۔

☆ 22 مارچ 2009ء: افتخار محمد چودھری نے اپنی بحالی پر دوبارہ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کا منصب سنبھال لیا۔

☆ 23 مارچ 1940ء: لاہور شہر میں قائداعظمؒ کی صدارت میں تاریخی "قرارداد پاکستان" پیش کی گئی جو اگلے دن منظور ہو گئی۔

☆ 23 مارچ 2017ء: سابق وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف کی صاحبزادی مریم نواز دنیا کی 100 باا ثر خواتین اور 5 اہم ترین دختران اول میں شامل ہو گئیں۔

☆ 24 مارچ 2014ء: مصری عدالت نے معزول صدر مرسی کے 529 حامیوں کو سزائے موت سنا دی۔

☆ 25 مارچ 1975ء: سعودی عرب کے شاہ فیصل کو ان کے بھتیجے نے خارجی طاقت کے ایماء پر شہید کر دیا۔

☆ 26 مارچ 2013ء: نجم سیٹھی صوبہ پنجاب کے نگران وزیراعلیٰ منتخب ہو گئے۔

☆ 27 مارچ 1948ء: ریاست قلات کے حکمران نواب احمد یار خان نے اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کر لیا۔

☆ 28 مارچ 2016ء: پاکستان کے بارونق شہر لاہور کے "گلشن اقبال پارک" میں خودکش دھماکہ میں خواتین بچوں سمیت 70 افراد جاں بحق اور 340 زخمی ہو گئے۔

☆ 29 مارچ 2008ء: یوسف رضا گیلانی نے بحیثیت وزیراعظم پاکستان قومی اسمبلی میں "اعتماد کا ووٹ" حاصل کیا۔

☆ 30 مارچ 2017ء: لاہور ہائیکورٹ (پاکستان) کے چیف جسٹس نے صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں "مصالحتی سنٹرز" بنانے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

☆ 31 مارچ 1948ء: بانی پاکستان قائداعظم نے ڈھاکہ کے جلسہ عام میں واضح اعلان کیا کہ اب ہمارا دشمن بھارت ہمارے لوگوں میں صوبہ پرستی کو ہوا دے کر ہمیں کمزور کرنے کی کوشش کرے گا لہٰذا آپ کو سب سے پہلے "پاکستانی" بننا اور صوبہ پرستی کی لعنت سے بچنا ہوگا۔

☆☆☆

وہ اس اہم پیغام کو سمجھ گئی تھی اور.........

یومِ پاکستان کا پیغام

نسرین مُظفر

آج 23 مارچ کا دن ہے۔ ہادیہ نے ٹی وی آن کیا تو ٹی وی پہ 23 مارچ 1940ء کے حوالے سے خصوصی پروگرام نشر کیا جا رہا تھا۔ ہادیہ نے منہ بنا کر ٹی وی آف کر دیا اور سامنے میز پر پڑے اخبار کو اٹھا کر پڑھنا شروع کیا تو اخبار میں بھی 23 مارچ 1940ء اور قرارداد پاکستان کے حوالے سے خصوصی ایڈیشن اور تحریریں تھیں۔ ''لو دیکھو یہ 23 مارچ 1940ء کا دن اتنا اہم تو نہیں ہے پھر نہ جانے کیوں اس دن کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے''۔ ہادیہ بُڑ بُڑائی۔ قریب ہی صوفے پر ہادیہ کے تایا ابو بھی بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے انہوں نے ہادیہ کی یہ بات سنی تو بولے۔

''ہادیہ بیٹا یہ تم نے کیا کہہ دیا کہ 23 مارچ کے دن کی کوئی اہمیت نہیں ہے''۔

''ہاں تو تایا ابو ٹھیک ہے نا 23 مارچ 1940ء کو صرف قرارداد پاکستان ہی منظور ہوئی تھی نا اس دن کونسا پاکستان بن گیا تھا یا انگریز ہندوستان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے''۔ ہادیہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ہادیہ بیٹا 23 مارچ 1940ء کے دن کی اس سے بھی زیادہ اہمیت ہے''۔ تایا ابو اخبار میز پر رکھتے ہوئے بولے

''وہ ایسے بیٹا ہادیہ کہ 23 مارچ 1940ء ہی وہ اہم دن تھا جس دن قائداعظمؒ تمام مسلمانوں، علماء کرام اور دیگر مسلم رہنماؤں نے حصول پاکستان کو اپنا مطمع نظر اور اہم ترین ہدف بنا لیا تھا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن ''پاکستان'' حاصل کر کے رہیں گے اور اس منزل کے حصول کے لئے وہ بھرپور جدوجہد کریں گے اور کسی بھی قسم کی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ 23 مارچ 1940ء کی قرارداد پاکستان کا ہی اعجاز تھا کہ صرف سات سالوں کی جدوجہد اور محنت کے بعد مسلمانان برصغیر اپنا علیحدہ وطن ''پاکستان'' حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ قوموں کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آزادی کے لئے انہوں نے کئی دہائیاں محنت اور جدوجہد کی پھر جا کر انہیں آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ یہ قائداعظم اور مسلمانوں کی قرارداد پاکستان کے ساتھ بے لوث، سچی اور دلی وابستگی تھی کہ ہندوؤں اور انگریزوں کے مخالفانہ ہتھکنڈوں کے باوجود پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ آج 23 مارچ کا دن ہمیں یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ کوئی بھی قوم یا فرد مخلص ہو کر اپنے جائز حق کے لئے کوشش کرے تو ضرور کامیاب ہوتا ہے'' تایا ابو ہادیہ کو سمجھاتے ہوئے بولے۔

''اچھا تو تایا ابو اگر میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں اور میں اپنے اس مقصد کے لئے خوب جدوجہد کروں، اس کو اپنی منزل بنا لوں تو کیا میں بھی ضرور ڈاکٹر بن جاؤں گی''۔

ہادیہ جو نویں کلاس کی طالبہ تھی اور ڈاکٹر بننا چاہتی تھی نے تایا ابو کی طرف بے چینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ضرور کیوں نہیں۔ اگر تم اپنے ڈاکٹر بننے کے مقصد کو مخلص ہو کر اپناؤ تو ضرور ڈاکٹر بنو گی۔'' تایا ابو ہادیہ کو جواب دیتے ہوئے بولے۔ ''تایا ابو یہ مخلص ہو کر جدوجہد کرنے کی بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔ ظاہر ہے انسان ڈاکٹر، انجینئر، ٹیچر جو کچھ بھی بننا چاہتا ہے اس شعبے کیلئے مخلص ہو کر محنت کرتا ہے۔ ڈاکٹر بن کر کوئی IT کا شعبہ تو اختیار نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی انجینئر بنک میں نوکری کر سکتا ہے۔

ہادیہ کی یہ بات سن کر تایا ابو مسکرائے اور بولے۔'' دیکھو بیٹا مخلص ہو کر کوشش کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم ڈاکٹر بننے کے لئے بھرپور تیاری کرو گی۔ محنت کرو گی لیکن اگر تمہاری تمام تر محنت کے باوجود تمہارا نام میرٹ پر نہ آیا تو تم کسی سے سفارش کروا کر یا رشوت وغیرہ سے کسی میرٹ پر آئے ہوئے امیدوار کی حق تلفی کر کے خود بے ایمانی کر کے اس کی جگہ سیٹ حاصل نہیں کرو گی۔ کیا تمہیں پتہ ہے قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد انگریز اور ہندو لیڈروں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو مختلف ترغیبات اور بھاری لالچ دے کر مطالبہ پاکستان سے دست بردار ہونے کو کہا تھا۔ لیکن ہمارے قائدؒ ذی وقار نے ان کی ہر پیش کش کو پاؤں کی ٹھوکر مار دی اور قرارداد پاکستان کے مطالبہ پاکستان سے ذرا برابر بھی پیچھے نہیں ہٹے''۔

''بالکل تایا جان میں بھی کسی کی حق تلفی کرنے کے بارے میں ہرگز نہ سوچوں گی اور صرف اپنی محنت اور کوشش پہ بھروسہ کروں گی''۔ ہادیہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

یہ سن کر تایا ابو بہت خوش ہوئے اور بولے۔ ''تو پھر تم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو گی اور ایک بات اور یاد رکھو کہ تم اپنے ڈاکٹر بننے کے مقصد کو بے لوث اور بغیر کسی لالچ کے اپناؤ گی''۔

''بغیر کسی لالچ کے، تایا ابو اس کا کیا مطلب ہوا''۔ ہادیہ اٹکتے ہوئے بولی۔

''سیدھی سی بات ہے بھئی اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے مقصد کے حصول کیلئے یہ سچی نیت کر لو کہ اگر تم ڈاکٹر بن

www.PakiBooks.Site

گئیں اور تم نے اپنی منزل اپنا مقصد حاصل کر لیا تو اپنی بھاری فیسوں کے عوض غریب عوام کو نہیں لوٹو گی۔ اپنی خدمت کا جائز معاوضہ لوگی، غریب لوگوں کا مفت علاج کروگی اور اگر تمہیں کہیں دیہی علاقے میں تعینات کر دیا گیا تو تم اس بات کا برا نہیں مناؤ گی اور اس علاقے سے اور وہاں کے لوگوں کے علاج سے جان چھڑانے کی کوشش نہیں کروگی''۔

ہادیہ تایا ابو کی یہ باتیں سن کر یکدم سنجیدہ ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

ہادیہ کو سوچتا ہوا دیکھ کر تایا ابو پھر بولے۔ ''ہادیہ تمہیں علم ہے قائداعظمؒ نے 23 مارچ 1940ء کو پاکستان کا مطالبہ اپنی کسی ذاتی غرض یا لالچ کے لئے نہیں کیا تھا کہ پاکستان بنا کر پاکستان کی حکمرانی کے مزے لوٹیں گے۔ قائداعظمؒ کو ٹی بی کا مرض تھا اور وہ بھی آخری سٹیج میں پہنچ چکا تھا اور اس بات کا علم قائداعظمؒ کو پاکستان بننے سے بہت پہلے ہی ہو گیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ پائیں گے۔ قائداعظمؒ نے پاکستان کا مطالبہ صرف اور صرف انگریزوں اور ہندوؤں کے ستائے ہوئے مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن حاصل کرنے کیلئے کیا تھا۔ جہاں وہ اپنی زندگی اپنے دین اپنے اقدار اور اپنی ثقافت کے مطابق گزار سکیں اور اس مقصد کیلئے اپنی ذات سے بالاتر ہو کر انہوں نے اپنی انتہائی بیماری کے دنوں میں بھی ان تھک محنت کی اور پاکستان حاصل کر کے دم لیا۔

23 مارچ 1940ء کا دن ہمیں یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ بے غرض اور مخلص ہو کر صرف اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے بھی جو لوگ کوئی مقصد اپناتے ہیں یا کسی منزل کی طرف چلتے ہیں وہ ضروری اپنی منزل پا لیتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں''۔

تایا ابو کی یہ باتیں سن کر یکدم سوچتی ہوئی ہادیہ کی آنکھوں میں اپنی منزل کے لئے ایک پیاری سی سچی اور کھری چمک پیدا ہو گئی، ہادیہ بڑے جوش سے بولی۔

''تایا ابو اب مجھے 23 مارچ 1940ء کے دن کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوا ہے۔ اب میں بھی 23 مارچ 1940ء کی قرارداد پاکستان کے پیغام پر پورا عمل کروں گی''۔

''انشاء اللہ'' ہادیہ کا جوش اور ولولہ دیکھ کر تایا ابو اونچی آواز میں بولے۔

☆☆☆

بچپن

تمہاری یاد کے پردوں پہ بچّو
رہیں گے نقش یہ دن اور راتیں
گزر جائیں گے یہ دن رات لیکن
سدا یاد آئیں گی بچپن کی باتیں

ظفر علی راجا

ماہنامہ ''پھول'' نے بچوں کے رسائل میں نئی روایات قائم کی ہے اور ہر ماہ قطعہ شائع کیا جاتا ہے۔ معروف شاعر دانشور اور وکیل ظفر علی راجا ہر ماہ قطعہ کاریاں کرتے ہیں۔ (مدیر)

بچوں کے ادیبوں کے لئے خوشخبری

تیسری قومی کانفرنس ادب اطفال 2018ء

ماہنامہ ''پھول'' لاہور اور اکادمی ادبیات اطفال کے اشتراک سے ایک روزہ ''قومی کانفرنس ادب اطفال 2018ء'' اپریل 2018ء کو لاہور میں منعقد ہوگی۔ بچوں کے جو ادیب اس کانفرنس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں وہ اپنا مکمل پتہ اور 8 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ یا جوابی لفافہ بھجوا کر کوائف نامہ منگوالیں۔

کوائف نامہ بذریعہ ای میل بھی منگوایا جا سکتا ہے۔ فیس بک پر ماہنامہ ''پھول'' لاہور یا ''اکادمی ادبیات اطفال'' کے پیج سے ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکتا ہے۔

فارم اور تصویریں بھجوانے کی آخری تاریخ 15 مارچ 2018ء ہے۔

برائے رابطہ:

محمد شعیب مرزا
ایڈیٹر ماہنامہ ''پھول''
23 کوئنز روڈ لاہور
shoaibmirza.phool@gmail.com

وسیم عالم
سیکرٹری اکادمی ادبیات اطفال
کمرہ نمبر 16، دوسری منزل۔ ڈیوس ہائٹس، 38 ڈیوس روڈ لاہور
academyadbiyateatfal@gmail.com

میاں محمد طاہر مجید۔ بہاولپور

کوآرڈی نیٹر ہوبارہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل پاکستان

بچے کا بہترین ڈسپلن والدین کی تربیت کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

۱۹ فروری ۲۰۱۸

عبدالقیوم۔ لاہور

مینجنگ ڈائریکٹر پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ

علم حاصل کریں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہے۔

عبدالقیوم

شہاب ثاقب رحمانی۔ بہاولپور

سیاسی رہنما۔ بزنس مین
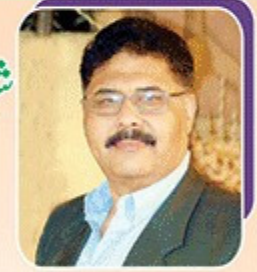
ہمیشہ سچ بولیں

بزرگوں کا احترام کریں اور ان سے رہنمائی لینے کی کوشش کریں

وقت کی قدر کریں اور زندگی میں ڈسپلن لائیں

نماز کی پابندی اور مناسب ایکسرسائز

19/02/2018

میجر (ر) خالد لئیق

لال سوہانرا پارک

ڈائریکٹر شیخ محمد بن زاید ریسرچ سنٹر

ہمیشہ مسکرائیے اور مسکراہٹیں بکھیریئے
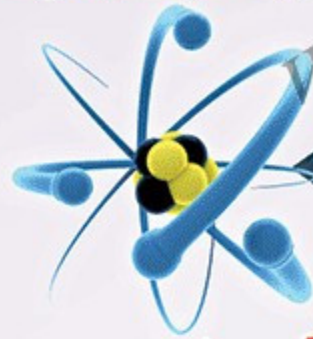
سائنس کی دنیا

انجینئر ساجد انور ملک

''انجمن برائے تعلیم لاہور'' کے تعاون سے اس سلسلے میں قارئین کو سائنس کے متعلق معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور اہم سوالات کے جوابات ''پھول'' میں شائع بھی کئے جاتے ہیں تاکہ دوسرے پڑھنے والے بھی مستفید ہو سکیں۔ دلچسپ اور اہم سوال کرنے والے ساتھیوں کو بالترتیب 200,300,500 روپے کی کتب انعام میں بھجوائی جاتی ہیں۔ سوال بھجوانے والوں کو جواب انفرادی طور پر بذریعہ ڈاک بھی ارسال کئے جاتے ہیں۔ سوالات ''پھول'' کے پتے پر بھجوائیں۔ ہمراہ کوپن آنا ضروری ہے۔

ضحیٰ نجیب......بہاولپور

سوال:۔ ہمارے بال اور ناخن کاٹنے پر درد کیوں نہیں ہوتا؟ اگر یہاں خون کی گردش نہیں ہوتی تو یہ بڑھتے کیسے ہیں؟۔

جواب:۔ ہمارے بال اور ناخن بنیاد سے بڑھتے ہیں۔ ناخن اور بال مردہ خلیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اعصابی نظام کا رابطہ نہیں ہوتا۔ درد کا احساس اعصابی نظام کے تحت ہی دماغ تک پہنچتا ہے۔
ناخن کا میٹریل Keratin ایک پروٹین ہے۔ جو مردہ ہوتا ہے۔ ناخن کی بنیاد پر خون اور اعصابی نظام موجود ہوتا ہے۔ ناخن کھینچنے پر اس کی جڑوں میں شدید درد ہوتا ہے۔ اسی طرح بال کاٹنے پر درد نہیں ہوتا لیکن اگر بال کھینچے جائیں تو سر کی جلد میں درد ہوتا ہے کیونکہ بالوں کی جڑوں میں اعصابی نظام موجود ہے۔ ہاتھ کے ناخن تقریباً دو انچ فی سال بڑھتے ہیں۔ ناخن ہمیں ہاتھ سے چیزیں پکڑنے میں مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح پاؤں کے ناخن ہمارے پاؤں کی انگلیوں کی گرفت میں مدد کرتے اور ان کو ٹھوکروں میں زخمی ہونے سے بچاتے ہیں۔ سر کے بال ایک ماہ میں قریباً اوسطاً 13 ملی میٹر بڑھتے ہیں۔ سر کا بال اوسطاً تین سال تک رہتا ہے۔ ہمارے بالوں کی تعداد 100.000 کے قریب ہوتی ہے اور پچاس سے سو بال روزانہ گرتے ہیں۔ بال انسانی کھال میں موجود گڑھوں سے اگتے ہیں جنہیں Foliates کہتے ہیں اور ان Follicle کی شکل سے ہمارے بالوں کی شکل سیدھی خمدار یا لہروں جیسی تشکیل پاتی ہے۔ بالوں کا گرنا اور پھر نئے بالوں کا ان کی جگہ لینا چالیس سے پچاس برس تک چلتا رہتا ہے۔

محمد بلال خشا......لاہور

سوال:۔ مصنوعی بارش کیسے ہوتی ہے؟

جواب:۔ مصنوعی بارش کو Cloud Seeding کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ Cloud Seeding کیلئے جو کیمیائی مواد استعمال میں آتا ہے اس میں Potassivm Iodide (پوٹاشیم آیوڈائیڈ) Silver Iodide (سلور آیوڈائیڈ) Solid Carbandioxide Dryice ٹھوس کاربن ڈائی آکسائیڈ Liquid Propane (مائع پروپین)۔ تحقیق کے بعد خوردنی نمک جیسے مواد جو نمی جذب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ بھی استعمال میں آرہے ہیں۔ 2010ء ایک الیکٹرانک سسٹم یونیورسٹی آف جینوا کے محققین کے برلن کے اوپر لیزر پلسز (Laser Pulses) سے سلفر ڈائی آکسائیڈ (Sulphurdioxide) اور Nitrogendioxite سے ایسے ذرے بنائے جن سے مصنوعی بارش کرنے میں مدد ملی۔ Cloud Seeding کرنے میں تین ذرائع استعمال ہوتے ہیں۔ اول زمین پر لگے خصوصی Generator دوم ہوائی جہازوں سے سوم راکٹ سے ان ذرائع سے پھیلائی گئی کیمیا کے ذرات جو (Cloud Condensation) یا (Ice Nuclei) کا کام کرتے ہیں ان سے بارش یا برف باری ہوتی ہے۔ بادلوں کی کثافت میں اضافہ فوری بارش کا سبب بنتا ہے۔ اس وجہ سے اس قسم کی بارش کو مصنوعی بارش کہا جاتا ہے۔ 2008ء میں سمر اولمپک کے دورانیہ میں چین نے بادلوں کو اولمپک کھیل کے میدانوں سے دور ہی راکٹ کی مدد سے کیمیا پھیلا کر بارش رکوادی تاکہ کھیلوں میں رخنہ نہ پڑ سکے۔

محمد سلمان شریف......لندن

سوال:۔ پہلے لوگ کس چیز کے ذریعے پیغام بھیجتے تھے؟

جواب:۔ پیغام رسانی کی تاریخ نہایت ہی دلچسپ اور حیران کن ہے۔ سب سے پہلے تقریباً 38,800 قبل مسیح میں غار میں مصوری سے پیغام رسانی کی گئی چونکہ یہ پیغام غار کی دیوار پر بنایا گیا جو کہ ایک سرخ روشنائی میں بنایا گیا تھا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتا تھا اس لئے خیال کیا گیا وہ تقریباً 70,000 نفوس کی آبادی کے لئے پیغام تھا۔ پھر 3200 قبل مسیح میں عراق سے علاقے اورک سے دریافت شدہ مٹی کی تختی پر Cune Form رسم الخط میں لکھا پیغام اس چیز کا شاہد ہے کہ پیغام رسانی ان تختیوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ اُس وقت اورک کی آبادی تقریباً 80,000-50,000 کے قریب تھی۔ 776 قبل مسیح میں اولمپک کھیلوں کے موقع پر پیغام رساں کبوتروں کے ذریعے کھیل میں جیتنے والوں کے نتائج قریبی گاؤں میں ان کبوتروں کے ذریعے بھیجے جاتے۔ آبادی اس وقت تقریباً 70 ہزار تھی جس وقت پیغام رسانی ہوئی۔ 450 قبل مسیح میں ڈاک کا نظام ایرانی بادشاہت میں دارا بادشاہ نے قائم کیا۔ سلطنت میں ایک سڑک بنائی گئی جو 1677 میل لمبی تھی اور سات سے نو دن میں گھڑ سوار سارا فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ سلطنت میں پانچ کروڑ لوگ تھے۔ 200 قبل مسیح میں آگ اور دھواں سے بھی پیغام رسانی کی گئی۔ خطرے کا پیغام خصوصی میناروں سے آگ لگا کر دوست سلطنتوں کو دیا جاتا تھا اور چند گھنٹوں میں 470 میل دور تک پیغام پہنچ جاتا تھا۔
عیسوی 454 (بعد از مسیح) میں جرمنی میں پرنٹنگ پریس کی ایجاد نے کتابوں اخباروں کے ذریعے پیغام رسانی میں انقلاب پیدا کردیا۔ بجلی سے سگنل 1844ء (Samul Morse) نے مورس کوڈ کے نام سے ایجاد کیا۔ 1876ء میں گراہم بیل نے ٹیلی فون ایجاد کیا۔ 1900 میں ریڈیو، 1973ء میں موٹرولہ نے موبائل فون سے پیغام رسانی کی۔ 1971ء میں موبائل ٹیکس پیغام دیا گیا۔ آج ایک دن میں 205 ارب ای میلز سے پیغام رسانی ہو رہی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی علیحدہ سے پیغام رسانی کا کام کر رہے ہیں۔

☆☆☆

صفحہ نمبر 44

محمد عارف عثمان

ڈائری کے صفحہ نمبر 44 پر کیا لکھا تھا۔ یہ جاننے کے لیے کہانی پڑھیں۔

''جب ہم موقع پر پہنچے تو تباہی اور بربادی کے مناظر دیکھ کر ہمارے دل دکھ سے بھر گئے۔ کوئی گھر، کوئی عمارت سلامت نہیں تھی۔ ہر طرف ملبے کے ڈھیر تھے۔ جلے ہوئے دروازوں اور کھڑکیوں سے عجیب قسم کی بو آ رہی تھی۔ کہیں کوئی عینک ٹوٹی پڑی تھی۔ کہیں کوئی کتاب، کہیں کوئی جوتا تو کہیں کوئی پھٹی ہوئی خون آلود پینٹ ظلم کی داستان بیان کر رہی تھی۔ کئی لوگ امدادی کاموں میں مصروف تھے۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی ملبے تلے دب جانے والے افراد کو نکال لیا گیا تھا۔ لاشیں کتنی تھیں۔ کتنے افراد زندہ اور زخمی تھے۔ اس بارے میں کسی کے پاس صحیح معلومات نہیں تھیں۔ ظاہر ہے جانی و مالی نقصان کی درست اور مفصل رپورٹ بنانے کے لیے وقت درکار تھا۔ امدادی کارکن احتیاطاً یہاں وہاں ملبہ ہٹا ہٹا کر دیکھ رہے تھے کہ شاید کوئی آدمی اب بھی ملبے تلے دبا ہوا ہو۔ ہم بھی اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ جہاں شک گزرتا وہاں ہم ملبہ ہٹا کر اپنی تسلی کر لیتے''۔

اوہو۔۔۔ بہت بہت معذرت۔ میں نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ میں لارا ہوں۔ میرا تعلق کینیڈا سے ہے۔ میں ایک این جی او کے لیے کام کرتی ہوں۔ ہماری تنظیم کا کام ایسے ملکوں میں ہوتا ہے جو جنگ کا شکار ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہماری تنظیم کے لوگ سیریا (شام) گئے تھے۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے اُن کے ساتھ نہیں جا سکی تھی۔ سیریا جانے والوں میں میری سب سے اچھی دوست انجلینا بھی شامل تھی۔ سیریا سے واپسی کے اگلے ہی دن انجلینا نے مجھے فون کر کے اپنے گھر بلایا۔ میں انجلینا کے گھر پہنچی تو وہ مجھے پریشان نظر آئی۔

''انجلینا! کیا کوئی خاص بات ہے''؟ میں نے پوچھا۔

''ہاں لارا! اسی لیے تو تمھیں بلایا ہے''۔ اُس نے جواب دیا۔

پھر انجلینا مجھے سیریا کے حالات بتانے لگی۔ اُس نے کہا: ''جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا ہے، ہم لوگ ملبے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ تو اُس وقت مجھے کنکریٹ کے ایک بڑے سے ٹکڑے کے نیچے دبی ہوئی ایک ڈائری دکھائی دی۔ وہ ڈائری گرد سے اٹی پڑی تھی۔ پہلے میں سمجھی شاید یہ کوئی کتاب ہے۔ میں نے گرد جھاڑی تو پتہ چلا کہ یہ تو ڈائری ہے۔ میں نے ڈائری سنبھال لی۔ رات کو میں نے وہ ڈائری اچھی طرح صاف کی اور اُس کی ورق گردانی کرنے لگی''۔

انجلینا خاموش ہو گئی۔ اُس کی اچانک خاموشی پر میں نے غور سے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ میں انجلینا کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ پاتی۔ انجلینا نے ہاتھ بڑھایا اور تکیے کے نیچے سے ڈائری نکال کر مجھے تھما دی۔ میں نے ڈرتے اور جھجکتے ہوئے ڈائری کھولی۔

پہلے صفحے پر لکھا تھا:

''میرا نام مقدس ہے۔ میں چھٹی جماعت میں پڑھتی ہوں۔ آج 30 مئی 2017ء اور منگل کا دن ہے۔ آج میں نے ڈائری لکھنے کا آغاز کیا ہے۔ دراصل ہماری ٹیچر مس مریم نے آج پوری جماعت کی لڑکیوں کو ڈائری لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ مس مریم کہتی ہیں کہ ڈائری لکھنا بہت اچھی عادت ہے۔ ڈائری لکھنے کا مطلب ہے: دن بھر کی جو بھی خاص باتیں ہوں، شام کو انھیں ڈائری میں نوٹ کر لیا جائے۔ مس کہتی ہیں: چند مہینوں یا سالوں کے بعد جب ہم اپنی ڈائری کو پڑھیں گے تو ہمیں اچھا لگے گا۔ اور بہت کچھ یاد آئے گا۔ جماعت، اسکول، سہیلیاں، شرارتیں اور نہ جانے کیا کیا۔ اسی خیال سے میں نے ڈائری لکھنا شروع کر دی ہے۔ آج ہماری گلی میں ریچھ نچانے والا آیا تھا۔ ریچھ کا ناچ اور تماشا دیکھ کر ہم سب بچے بہت خوش ہوئے۔ شام سے ذرا پہلے خوب بارش ہوئی''۔

اگلے صفحے پر اوپر دائیں طرف کونے میں بدھ 31 مئی 2017ء جبکہ تین سطریں چھوڑ کر نیچے لکھا تھا:

''آج نور غیر حاضر تھی۔ مس مریم نے بتایا کہ نور کے ابو جان ایک حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے نور آج اسکول نہیں آ سکی۔ نور بہت اچھی لڑکی ہے۔ اُس کے بغیر میرا دل اداس رہا۔ میں نے دعا کی کہ اللہ نور کے ابو جان کو جلدی سے صحت مند کر دے۔ میں اسکول سے گھر پہنچی تو خالہ جان اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ ہم مل کر خوب کھیلے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد خالہ واپس چلی گئیں''۔

جون 2017ء کو مقدس نے اپنی ڈائری میں لکھا تھا:

''آج میں بہت پریشان ہوئی۔ ہوا یوں کہ اسکول میں کھیلتے ہوئے میرے پیسے گر گئے۔ میں نے بہت ڈھونڈے مگر نہیں ملے۔ جماعت کی ہر لڑکی سے بھی پوچھا۔ بھوک کے مارے میرا برا حال تھا۔ گھر پہنچتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ امی جان میرا ندیدہ پن دیکھ کر ہنستی رہیں۔ ابو جان کو پتہ چلا کہ آج میرے پیسے گر گئے تھے تو اُنھوں نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایا کہ اپنی ہر چیز کو اچھی طرح سنبھال کر رکھنا چاہیے''۔

بعد کے چند صفحات پر مقدس نے اسکول اور گھر کی معمول کی مصروفیات کے بارے میں تحریر کیا تھا۔ ایک صفحے پر اُس نے یہ بھی لکھا کہ اب مجھے ڈائری لکھنا بہت اچھا لگتا

ہے۔ جمعرات 27 جون 2017ء کے دن مقدس نے بہت اہم باتیں لکھی تھیں۔ اُس نے لکھا تھا:

''میں کئی دنوں سے سن رہی ہوں کہ ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ جنگ کی باتیں کرتے ہوئے خوفزدہ نظر آتے ہیں۔ خود ہمارے گھر میں بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ابو جان بتاتے رہتے ہیں کہ جنگ سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ لوگ مر رہے ہیں۔ ہسپتال زخمیوں سے بھر چکے ہیں۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ ہزاروں لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور بے شمار لوگ کیمپوں میں بے یار و مددگار پڑے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر بھی ہر وقت جنگ کی خبریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ خون میں لت پت تکلیف سے روتے بلکتے زخمی بچے دیکھ کر ہمارے لیے آنسو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ میں ابو جان سے پوچھتی ہوں کہ یہ جنگ کیوں ہو رہی ہے؟ جنگ کرنے والے اتنے سنگ دل اور بے رحم کیوں ہوتے ہیں؟ کوئی ان کو روکتا کیوں نہیں؟ وہ بچوں کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟ کیا اُن کے اپنے بچے نہیں ہوتے؟ تو ابو جان میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے درد بھری آواز میں کہتے ہیں: مقدس بیٹی! تم ابھی بچی ہو۔ تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکو گی''۔

یہ صفحہ پڑھ کر میرے بدن میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ مجھے لگا یہ الفاظ صرف مقدس کے نہیں۔ یہ تحریر اُن لاکھوں بچوں کی سوچ کو ظاہر کر رہی تھی جو جنگوں سے متاثر ہیں۔ میں نے یہ صفحہ دوبارہ پڑھا۔ مجھے محسوس ہوا ، جنگوں کا عذاب سہنے والے تمام بچے میرے ارد گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔ میں نے گھبرا کر انجلینا کی طرف دیکھا۔ اُس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ کمرے کی چھت کو گھورے جا رہی تھی۔ اُس کی حالت دیکھ کر میری بے تابی بڑھ گئی۔ یہ سوچ کر کہ ڈائری میں آگے کیا لکھا ہوگا۔ میں نے ڈائری کا اگلا صفحہ دیکھنا شروع کر دیا۔ جمعہ 28 جون 2017ء۔ لکھا تھا: ''آج ہم سب گھر والے بہت اضطراب کا شکار ہیں۔ میرے چچا جان جس شہر میں رہتے ہیں' لڑائی وہاں تک پہنچ گئی ہے۔ چچا جان سے کوئی رابطہ نہیں۔ طرح طرح کی خبریں مل رہی ہیں۔ اللہ خیر کرے۔ نہیں معلوم وہ کس حال میں ہیں؟''۔

اگلے پانچ صفحات پر مقدس نے ایک ہی بات لکھی تھی کہ چچا جان کے بارے میں ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ہم ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں۔ ان صفحات کے بعد منگل 4 جولائی 2017ء کی تاریخ والے صفحے پر لکھا تھا: ''آج اسکول پہنچے ہی تھے کہ اسکول بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ کیونکہ کسی بھی وقت حملے کا خطرہ تھا۔ ہر کوئی ڈرا سہا نظر آ رہا تھا۔ ایک افراتفری سی مچی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی بڑی تباہی آنے والی ہو۔ میں سارا دن یہی سوچتی رہی کہ ہمارا اسکول کب کھلے گا' کبھی کھلے گا بھی یا نہیں۔ کیا کوئی جانتا ہے؟''۔

ڈائری کے اگلے چھ صفحوں پر ایک ہی بات کو مختلف انداز میں لکھا گیا تھا۔ ان صفحات سے پتہ چلتا تھا کہ اسکول مسلسل بند ہونے کی وجہ سے مقدس بہت زیادہ غمگین رہتی تھی۔ اُس کا دل عجیب سی بے قراری کا شکار تھا۔ وہ اسکول جانے' اپنی سہیلیوں سے ملنے اور اُن کے ساتھ کھیلنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ کسی کو اُس کی تڑپ کا اندازہ تھا نہ احساس۔ ایک طرف یہ صورت حال تھی تو دوسری طرف جنگ کے شعلے بڑھتے بڑھتے اُن کی بستی تک پہنچنے لگے تھے۔ کہیں دور سے بمباری' دھماکوں اور فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں۔ مقدس نے لکھا تھا کہ ابو جان نے کہہ دیا ہے: دو تین دن تک ہمیں ہجرت کرنی پڑے گی۔ کیونکہ اب یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔

آگے کیا ہوا؟ یہ جاننے کے لیے میں فوراً ڈائری کا اگلا صفحہ پڑھنا چاہتی تھی۔ میں نے ورق اُلٹایا۔ اوپر کونے میں دائیں طرف منگل 11 جولائی 2017ء تحریر تھا۔ تین سطریں چھوڑ کر مقدس نے لکھا تھا:

''ہم گھر میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ گولہ باری اور فائرنگ کی تیز آوازیں دل چیر دیتی ہیں۔ ابو جان یہ معلوم کرنے سرکاری انتظامیہ کے دفتر گئے ہیں کہ یہاں سے کب نکلنا ہے۔ امی جان نے ضروری سامان باندھ لیا ہے۔ ہم ابو جان کا انتظار کر رہے ہیں۔ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ ابو جان ابھی تک نہیں آئے۔ ابو جان کے انتظار میں امی جان اور میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ امی جان میرا حوصلہ بڑھا رہی ہیں مگر خود اُن کی اپنی حالت ایسی ہے کہ مجھ سے اُن کا چہرہ دیکھا نہیں جاتا''۔

یہ چند سطریں پڑھ کر میری نظر آپ ہی آپ بڑی تیزی کے ساتھ اگلے صفحے پر جم گئی۔ میرے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ بدھ 12 جولائی 2017ء۔ لکھا تھا:

''ابو نہیں آئے۔ ہم نے رات جاگ کر گزاری ہے۔ کھانے پینے کا ہوش نہیں۔ امی کبھی اپنے اور کبھی میرے آنسو پونچھ رہی ہیں۔ بم دھماکوں اور گولیوں کی تڑ تڑ کی آوازیں اتنی زیادہ اور اتنی تیز ہیں کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے ہیں۔ کمرے سے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارے۔۔۔ یہ تو کوئی گڑبڑ ہے۔ شاید کوئی چیز ہمارے گھر کی چھت پر آ کر گری ہے۔ زلزلہ

''۔

یہ آخری چند سطریں تھیں جو مقدس نے اپنی ڈائری کے صفحہ نمبر 44 پر لکھی تھیں۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ آپ کے خیال میں کیا ہوا ہوگا؟۔

چند منٹوں میں پوری بستی ملبے کا ڈھیر بن گئی تھی۔ میں نہیں جانتی' ملبے کے اس ڈھیر سے مقدس اور اُس کی امی جان کو کس حالت میں باہر نکالا گیا ہوگا۔ انجلینا بھی نہیں جانتی تھی۔ میں نے نظر اُٹھا کر انجلینا کی طرف دیکھا۔ وہ میری ہی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔ ہم دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

☆☆☆

عہدِ وفا کا دن

اس عہدِ وفا کے دن یارو
اک عہد ہمیں بھی کرنا ہے
اس دیس کی خاطر جینا ہے
اس دیس کی خاطر مرنا ہے
جس نے ہم کو ہے نام دیا
آزادی کا پیغام دیا
اس سوہنی سوہنی دھرتی کا
دم مرتے دم تک بھرنا ہے
دل میں یہ جوت جگانی ہے
اک منزل ہم نے پانی ہے
گرداب میں ہے کشتی اپنی
دریا کے پار اُترنا ہے
مشکل سے جان چھڑانی ہے
بگڑی تقدیر بنانی ہے
اب روکھی سوکھی کھانی ہے
ہر حال میں آگے بڑھنا ہے
اپنوں نے ہم کو لوٹا ہے
ہر وعدہ جن کا جھوٹا ہے
ان راشی رشوت خوروں کو
جیلوں کے اندر سڑنا ہے
اس عہدِ وفا کے دن یارو
اک عہد ہمیں بھی کرنا ہے

چودھری عبدالخالق۔لاہور

☆☆☆

جھینگر

سامنے ظاہر جھینگر کا ہے
آؤ سنو باطن میں کیا ہے
جھینگر چھوٹا سا کیڑا ہے
ٹڈے سے ملتا جلتا ہے
تین جو ہیں جھینگر کی قسمیں
دنیا میں ہر جا ملتی ہیں
ایک تو کھیتوں میں رہتے ہیں
ایک گھروں میں آ بستے ہیں
تیسرے جو رہتے ہیں بلوں میں
پتھروں میں بھی اور گڑھوں میں
سر پر دو آنکھیں ہوتی ہیں
خطرے کا سگنل دیتی ہیں
کان بھی ہوتے ہیں جھینگر کے
ہوتے ہیں گھٹنوں کے نیچے
کانٹے جیسے پاؤں ہیں اسکے
آری کے دندانوں جیسے
مونچھیں جتنی جھینگر کی ہیں
ٹو میں پانی کے رہتی ہیں
جھینگر کی مادا جھینگرنی
دیتی ہے انڈے ایک سو اسی
روشنی سے گھبراتا ہے یہ
اندھیرے میں گاتا ہے یہ
محو اتنا ہو جاتا ہے یہ
اکثر پہروں گاتا ہے یہ
مادہ جھینگر گا نہیں سکتی
بات ہے ان میں یہی انوکھی
اور کسی کیڑے سے ملنا
جھینگر کو اچھا نہیں لگتا
اپنے پروں کو جب ہے رگڑتا
بجنے لگتا ہے باجا سا
جب یہ ذرا آہٹ پاتا ہے
گاتے گاتے رک جاتا ہے
کپڑوں کو بھی کھاتا ہے یہ
چھید ان میں کر جاتا ہے یہ
جھینگر گندا سا کیڑا ہے
جسم اس کا بدبو دیتا ہے
پاک رکھو جھینگر سے گھر کو
صاف رکھو دیوار و در کو
کئی لئے بیماری گھومے
پھیلاتا ہے یہ جراثیمے
اچھا یا کہ برا جھینگر کا
خوب افق نے نقشہ کھینچا

افق دہلوی......لاہور

☆☆☆

موسم بہار

آیا موسم بہار کا، گلوں کے نکھار کا
باغ نے بھی اپنا روپ بدلا سنگھار کا
گنجے درخت اب کہاں نیا رنگ گلزار کا
سبزہ پھیلا ہر سو لباس نیا سنسار کا
باغ کے بیچوں بیچ، گرنا دیکھو آبشار کا
ہوا میں خوشبو مہکے رنگ پھیلا بہار کا
تتلیوں کی اب راج دھانی ڈھنگ اور گلزار کا
شگفتہ بھی ہے معترف قدرت کے نکھار کا

شگفتہ ناز

☆☆☆

جاڑا اور غریب

جاڑے میں یہ حال ہے گھر گھر
تھر تھر تھر تھر تھر تھر تھر ......
تھر تھر تھر تھر سب ہی کانپیں
سر کو چھپائیں جسم کو ڈھانپیں
جاڑے کا ہے کام دوہرا
رات میں پالن دن میں کہرا
راتوں میں غریب بیچارے
جیتے ہیں شعلوں کے سہارے
دونوں طرف لوگوں کو جماؤ
بیچ میں روشن ایک الاؤ
ایسے جاڑا کاٹ رہے ہیں
کچھ چھینکیں کچھ کھانس رہے ہیں
لیکن جن کے پاس ہے دولت
ان کی ہے کچھ اور ہی حالت
راحت کا سامان ہے سارا
جاڑا ان کا دوست ہے پیارا
انڈے، مرغی اور مرغابی
برگر، میوہ کھائیں ہابی
خشک میوہ جات ہیں کھاتے
سیر اور تفریح کو ہیں جاتے
لیکن یہ غریب بیچارے
خوشیوں سے محروم ہیں سارے
اور حکومت اس کے وزراء
ان کی بلا سے کچھ بھی گزرے
ان کی تو ہے شان نرالی
ہر اک ان میں ظلِ الٰہی!
ہر ایک کے ہیں سو سو جوڑے
پھر بھی یہ کہتے ہیں تھوڑے
ادھر ہم غریب بیچارے
جیتے ہیں لنڈے کے سہارے
نزلہ، کھانسی آگے گھر گھر
کانپ رہا ہے چمن بھی تھر تھر

ادیب سمیع چمن......حیدرآباد

☆☆☆

نوٹ:
☆ صرف واضح تصاویر بھجوائیں۔
☆ پاسپورٹ سائز تصاویر ہرگز شائع نہیں کی جائیں گی۔
☆ ای میل سے بھجوائی گئی تصاویر شائع نہیں کی جائیں گی۔

’’پہلے مجھے دو موبائل‘‘۔ ’’نہیں پہلے مجھے دو‘‘۔ زینیا فجر، ذوہیر بٹ۔ لاہور

میں سونے لگا ہوں شب بخیر
محمد سائق، لاہور

کیا کہا؟؟؟ مجھے سمجھ نہیں آئی
ایمان کامران، راولپنڈی

میں معصوم اور پیارا بچہ ہوں نا؟
عبدالرحمٰن، راولپنڈی

میں جاپانی نہیں پاکستانی ہوں
حرم فاطمہ، چشتیاں

بوجھو میں کہاں ہوں؟ دانش علی، سیالکوٹ

میں ہوں مستقبل کا انجینئر: محمد طلحہ کھوکھر
ڈیرہ غازی خان

اتنے ملائم فرش پر احتیاط سے چلنا
پڑتا ہے: ارحم طاہر، لاہور
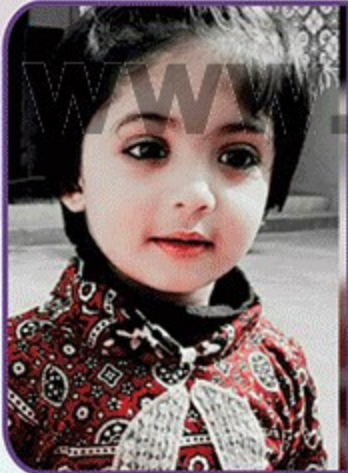
میں ایک شادی میں جارہی ہوں
حانیہ ارشد، لاہور

ہیرو بننے کی پیشکش ہوئی ہے لیکن میں نے
انکار کردیا: محمد عثمان آصف، کلورکوٹ

دیکھا ہے میرا تاج!
دانیال خان، حیدرآباد

باجی میری گردن تو چھوڑ دیں
محمد مصطفیٰ، حفصہ پرویز
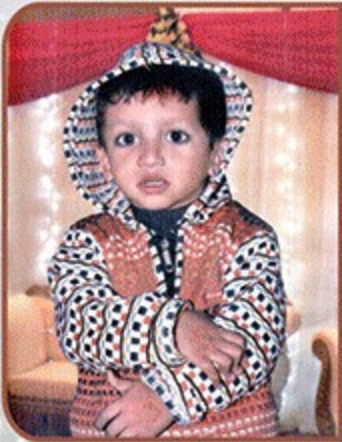
ہر وقت تیار شیار رہتا ہوں
اذان خرم، گوجرانوالہ

محمد آصف علوی

خورشید عالم گوہر قلم

انہوں نے خط نستعلیق، ثلث، نسخ اور کوفی کی تربیت این سی اے سے حاصل کی ہے۔

نوجوان خطاط محمد آصف علوی

یہ ضروری نہیں ہوتا کہ صرف بڑے شہروں میں بسنے والے ہی کوئی علم وفن حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ہمارے ارض وطن پاکستان کے دیہات میں بھی رہنے والے نوجوانوں کی صلاحیتوں میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ ہمارے دیہات میں رہنے والے نوجوان بھی کبھار شہری زندگی کے حامل نوجوانوں کے مقابل بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ اگر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وطن عزیز پاکستان کی معروف علمی وادبی شخصیات اور فنی شخصیات کی اکثریت دیہات سے آئی ہے۔ مثلاً احمد ندیم قاسمی ضلع خوشاب

وہ انتہائی محنتی اور مستعد نوجوان خطاط ہیں۔

کے گاؤں انگہ، ڈاکٹر وزیر آغا بھی سرگودھا کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں زندگی کے ہر شعبہ میں پسماندہ علاقوں سے تعلق رکھنے والوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں جیسا کہ سابق صدر ایوب خان بھی ہری پور ہزارہ کے گاؤں ریحانہ کے رہنے والے تھے۔ راقم الحروف کا تعلق بھی سرگودھا کے گاؤں دھریمہ سے ہے۔

محمد آصف علوی بھی ایک ایسے نوجوان خطاط ہیں جو کہ ضلع قصور کے ایک گاؤں موضع صاحبہ کے رہنے والے ہیں۔ دس پندرہ برس پہلے وہ لاہور آ گئے تھے اور خطاطی کے فن کی طرف انہیں شوق کشاں کشاں لے آیا اور انہوں نے انتھک محنت سے تربیت حاصل کی۔ یہ ان کا حسن ذوق تھا کہ بہت جلد انہوں نے اس فن کے رموز کو سمجھنا شروع کر دیا۔ اور راقم الحروف نے مناسب سمجھتے ہوئے انہیں متعدد مقامات خطاطی سکھانے کے لئے بطور اسسٹنٹ مقرر کیا تو وہ اس آزمائش میں پورا اترتے رہے۔ یہ ان کی جمالیاتی اپروچ کا ایک خوبصورت پہلو ہے کہ انہوں نے اپنے فن میں نزاکت پیدا کی اور اس میں کمال حاصل کرنے کی طرف قدم بڑھائے ہیں۔

خطاطی اور نقاشی میں انہوں نے بہت سے فن پارے تخلیق کئے ہیں اور ان میں واٹر کلرز کے ساتھ بیک گراؤنڈ میں بھی ایک اچھوتا انداز اپنایا ہے جو دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ آصف نے اب بھی مشق کے ذریعے نئے تجربات شروع کر رکھے ہیں۔ انتھک محنت کے ذریعے وہ جس انداز سے مشق میں مصروف ہیں اسے دیکھ کر یہ خیال کیا جا سکتا ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ یہ نوجوان بہت آگے بڑھ جائے گا۔

وہ راقم الحروف کے اسسٹنٹ کے طور پر این، سی اے میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان کے فن پاروں میں ثلث، نستعلیق اور شکستہ رسوم الخطوط بہت بھلے دکھائی دیتے ہیں اور ان کو لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔

محمد آصف میں ایک اور خوبی وقت کی پابندی اور پوری صلاحیتوں کے ساتھ فن پاروں کی تشکیل اور اپنے سونپے گئے فرائض کی بجا آوری ہے۔ آصف میں رنگ آمیزی کا شعور پوری طرح موجود ہے۔ یہ وہ آگاہی ہے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی سے فنی راستوں کا روشن سفر شروع ہوتا ہے۔ عزت وعلم وفن وہ دولت ہے جو اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے عطا کرتا ہے اور جسے یہ دولت عطا ہو جائے تو وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوتا ہے۔

آصف مستقبل میں اپنے فنی سفر کو جاری رکھتے ہوئے نئے انداز واسلوب میں ایک اچھوتا پن پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ عمدہ سوچ ہے کہ جو کسی بھی شعبہ ہائے علم و فن میں قدم رکھنے والوں کے لئے ایک لازوال وعمدہ دولت ہے۔ جو اگر کسی کو میسر آ جائے تو وہ مسلسل آگے کی طرف قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ فن کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ جو جتنا محنت کرتا ہے وہ اسی قدر آگے نکل جاتا ہے۔

خطاطی نہ صرف فن ہے بلکہ یہ قرآن کریم کے ساتھ مخصوص اس کا زیور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی خوشنویس یا خطاط تقویٰ اور رحمدلی اختیار کرے تو اسے روحانی منزلیں عطا ہوتی ہیں اور عام طور پر اولیائے کرام وآئمہ کرام قرآنی خطاطی کے ذریعہ رزق حاصل کرتے تھے۔ یہ حلال ترین رزق ہے اور خطاط کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہمیشہ مدنظر رکھے۔ بلاشبہ قرآنی خطاطی کرنے والا ایک عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حامل مسلمان ہو سکتا ہے۔ توقع ہے کہ محمد آصف اپنے اندر وہ تمام خوبیاں پیدا کریں گے جو اس اعلیٰ فن کے شایانِ شان ہوں۔

☆☆☆

کہکشاں

فرح اکرم

قارئین کی منتخب تحریروں سے سجا رنگ رنگ سلسلہ

دلچسپ معلومات اور رنگارنگ تحریروں کا گلدستہ

نوٹ

پھول ساتھی کہکشاں کے لئے نئی معلومات، اقوال، کتابوں سے اقتباسات بھجوائیں۔ بار بار پرانی تحریریں بھجوانے سے گریز کریں۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔ ہم وہی شائع کر دیں گے

شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اختیار دیا کہ ایک دعا جب چاہو مانگو فوراً قبول ہو جائے گی۔ تمام انبیاء کرام نے اپنی زندگی میں جب کوئی مشکل پیش آئی اپنے رب کو پکارا تو اللہ نے فوراً دعا قبول کی اور مشکل دور کر دی مگر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے بہت کچھ مانگا مگر وہ مقبول دعا چھپائے رکھی اور جانتے ہیں آپ کون سی ہے؟ وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کے لئے شفاعت کی دعا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری وہ شفاعت والی دعا کا اثر میرے ہر امتی تک جائے گا لیکن جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنالیا اس پر میری دعا کا کچھ اثر نہیں ہوگا اور نہ ہی میں اس کی سفارش کروں گا''۔

خوبصورت باتیں

☆ خیر کا لفظ مردِ مومن کی میراث ہے جہاں سے ملے اٹھالے۔

☆ جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

☆ حوصلہ یہ نہیں دیکھتا کہ دیوار کتنی اونچی ہے۔

☆ سب سے بڑی خیانت قوم سے غداری ہے۔

(انتخاب: رحاب عبدالرحمٰن ...... خانیوال)

اچھے اخلاق کی علامات

علامہ سیوطیؒ نے حسن اخلاق کی چند علامات لکھی ہیں۔

☆ ...... وہ جھگڑا کم سے کم کرے گا۔

☆ ...... وہ انصاف سے کام لے گا۔

☆ ...... وہ لوگوں کی غلطیوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔

☆ ...... وہ برائی میں اچھائی کا پہلو طلب کرے گا۔

☆ ...... وہ معذرت کا طلب گار ہوگا۔

☆ ...... وہ لوگوں کی تکلیف کو برداشت کرے گا۔

☆ ...... وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے گا۔

☆ ...... دوسرے کو نظر انداز کرتے ہوئے ہر موقع پر اپنے ہی عیوب کو تلاش کرے گا۔

☆ ...... ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے پیش آئے گا۔

☆ ...... ہر ایک سے نرمی سے بات کرے گا۔

(شازیہ ہاشم میواتی ...... کھڈیاں خاص قصور)

استغفار

ابلیس نے طرح طرح کے گناہوں میں امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملوث کیا، پھر بھی ملعون کہتا ہے کہ اس امت نے میری کمر توڑ ڈالی ہے۔ جب یہ گناہ کرتے ہیں تو فوراً استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں

اقوالِ زریں

☆ زندگی کی سب سے بڑی فتح اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس پر قابو پالینا ہے۔

☆ جب بھی گناہ کی طرف مائل ہونے لگو تین باتیں لازمی یاد رکھو 1۔ اللہ دیکھ رہا ہے۔ 2۔ فرشتے لکھ رہے ہیں۔ 3 بہرحال موت آنی ہے۔

☆ لامحدود خواہشیں محدود زندگی کو مشکل بنا دیتی ہیں۔

☆ گناہوں کی ایک بڑی وجہ غصہ اور غصے کا سب سے بڑا علاج خاموشی ہے۔

(رانا منور ...... چنیوٹ)

اچھی بات

امام غزالیؒ نے بیٹے کو نصیحت کی۔

بیٹا دنیا میں ایمان کے بعد اگر کوئی چیز ڈھونڈنا پڑے تو اچھا دوست ڈھونڈنا ......

کیونکہ اچھا دوست ایسے درخت کے مانند ہے کہ جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو سایہ بھی دے گا اور پھل بھی۔

(لائبہ اشتیاق ...... پسرور)

غیبت اور بہتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟۔ لوگوں نے کہا ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ واقف ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر ایسے طریقے سے کرے کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''اگر وہ بات جو کہی جا رہی ہے میرے بھائی کے اندر پائی جاتی ہے، تو کیا تب بھی وہ غیبت ہوگی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ بات جو تو کہتا ہے اس کے اندر موجود ہے تو یہی غیبت ہے اور اگر اس کے متعلق وہ بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو تُو نے اس پر بہتان لگایا''۔ (حضرت ابو ہریرہؓ، مشکوٰۃ)

دوست

☆ ...... دوست ایک سایہ کی طرح ہوتا ہے۔

☆ ...... دوست صرف دوست نہیں ہوتا، دل کی دعا ہوتا ہے۔

☆ ...... دوست اچھا ہو تو خدا کی طرف سے نعمت اور تحفہ ہے۔

☆ ...... اپنی زندگی میں ایسے دوست شامل کرو جو آئینہ اور سایہ بن کر آپ کے ساتھ رہیں کیونکہ آئینہ جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ ساتھ نہیں چھوڑتا۔

(محمد دانیال ...... روڈہ تھل، خوشاب)

معلوماتِ عامہ

☆ ...... ''سفید ہاتھیوں کا ملک'' تھائی لینڈ کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''فلک بوس عمارتوں کا شہر'' نیویارک کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''بازاروں کا شہر'' قاہرہ کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''خوشبوؤں کا شہر'' پیرس کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''زمین کی جنت'' کشمیر کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''مقدس سرزمین'' فلسطین کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''ہزار جھیلوں کی سرزمین'' فن لینڈ کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''پیغمبروں کی سرزمین'' فلسطین کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''آدھی رات کے سورج کی سرزمین'' ناروے کو کہا جاتا ہے۔

☆ ...... ''طلوع ہوتے ہوئے سورج کی سرزمین'' جاپان کو کہا جاتا ہے۔

(محمد اسد شاہد۔ چشتیاں)

اچھی باتیں

☆ ہر موقع کا فائدہ اٹھاؤ بس کسی کی مجبوری کا فائدہ نہ اٹھاؤ۔ کیونکہ پاؤں میں موچ اور چھوٹی سوچ انسان کو آگے بڑھنے نہیں دیتی۔
☆ صحیح وقت پر دو لفظ نہ بولے جائیں تو وقت گزر جانے کے بعد لمبی کہانیاں سنانا بے کار جاتا ہے۔
☆ معافی اور شکریہ ان دو چیزوں کی خون کے رشتوں میں کبھی ضرورت نہیں ہوتی صرف رویہ درست کرنا ہوتا ہے اور سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔

(مجانب: نور صباء اعوان، تحریم خالد اعوان)

قرارداد پاکستان

☆ قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940ء کو منظور ہوئی۔
☆ قرارداد پاکستان کو قرارداد لاہور بھی کہا جاتا ہے۔
☆ یہ قرارداد لاہور کے تاریخی پارک "اقبال پارک" میں منعقد ہوئی۔
☆ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کا 27 واں سالانہ اجلاس تھا۔
☆ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔
☆ اس اجلاس کی اہم اور عظیم شخصیات میں آئی آئی چندریگر، مولانا ظفر علی خان، چودھری خلیق الزماں، سردار عبدالرب نشتر، سر عبداللہ ہارون، قاضی محمد عیسیٰ، مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہ شامل تھے۔
☆ قرارداد پاکستان کے سلسلے میں منعقد مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔
☆ قائداعظمؒ نے اپنے صدارتی خطبے میں مسلمانوں کی جدوجہد کیلئے سمت کا تعین کر دیا۔ آپ نے فرمایا "مسلمان علیحدہ مملکت کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ غیر تاریخی نہیں سمجھا جا سکتا، برطانیہ سے آئر لینڈ جدا ہوا۔ سپین اور پرتگال علیحدہ علیحدہ مملکتیں بنیں اور چیکوسلواکیہ کا وجود بھی تقسیم کا نتیجہ بنا، برصغیر کا سیاسی مسئلہ قومی یا فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اسی تناظر میں اسے حل کرنا ضروری ہے۔"
☆ قرارداد پاکستان کو حاضرین نے زبردست نعرے لگا کر متفقہ طور پر منظور کر لیا۔
☆ 1940ء میں قائداعظمؒ نے قرارداد پاکستان منظور کروا کے اسے قومی مطالبے کی شکل دے دی۔
☆ سات سال کے عرصے میں قائداعظمؒ کی کوششوں کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں ہمیں نظر آیا۔

(انیلا طالب، گوجرانوالہ)

یہ سوال ہم سب سے ہے۔

کس کا پاکستان؟؟

کیا یہ میرا پاکستان ہے؟ نہیں یہ زمینداروں کا پاکستان ہے، نہیں یہ قائداعظم کا پاکستان ہے، نہیں یہ علامہ اقبال کا پاکستان ہے، نہیں یہ حکمرانوں کا پاکستان ہے، نہیں یہ ججز کا پاکستان، ہے، نہیں یہ پھول کی ٹیم کا پاکستان ہے، نہیں یہ پاک فوج کا پاکستان ہے، نہیں یہ لاہوریوں کا پاکستان ہے، نہیں یہ پاکستان کراچی والوں کا پاکستان ہے، نہیں یہ طالب علموں کا پاکستان ہے، نہیں یہ وزیراعظم کا پاکستان ہے، نہیں۔ یہ کسی ایک کا پاکستان نہیں، ہم سب کا پاکستان ہے، ہر پاکستانی کا پاکستان ہے، ہر اس شخص کا پاکستان ہے جس کا پاکستان کے ساتھ تھوڑا سا بھی رشتہ مسلک ہے، مگر افسوس آج یہ پاکستان ہمارا سے میرا پاکستان بن گیا۔ جو تباہی و بربادی کی سمت سفر کرنے لگا۔ یہ میرا پاکستان ہی ہے، جس کی وجہ سے پاکستان کا قصبہ قصبہ، گلی گلی اور شہر شہر گندگی کی نظر ہو رہا ہے۔ پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ گندگی صاف کرنا، اور صاف کروانا تو حکمرانوں کا کام ہے مگر میرا ہر پاکستانی سے سوال ہے کہ کیا گندگی پھیلانا ہمارا کام ہے؟ کیا اسلام نے ہمیں یہی درس دیا ہے، نہیں بلکہ اسلام نے تو صفائی کو "نصف ایمان" قرار دیا ہے۔ مگر افسوس ہم سب یہ بھول رہے ہیں، یہ میرا پاکستان ہی ہے، جس کی وجہ سے کسی ماں، بہن، بیٹی کی چادر محفوظ نہیں، کیا میرا پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ میرا ہر پاکستانی سے سوال ہے کہ کیا اس ملک کو میرا پاکستان کہنا ٹھیک ہے؟ ذرا اپنی آنکھیں بند کر کے دل پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھو یقیناً دل یہی کہے گا کہ یہ میرا پاکستان نہیں، بلکہ ہمارا پاکستان ہونا چاہئے۔ ایسا ہمارا پاکستان جس میں ہر فرد دوسرے کی خوشی غمی محسوس کرے۔ تو پھر چلو آج سے ہی نہیں بلکہ ابھی سے ہی اس کا آغاز ایک نعرہ لگا کر کرتے ہیں اور وہ نعرہ ہے
"پاکستان زندہ باد
ہمارا پاکستان پائندہ باد"

(سعید عباس...... 18 ہزاری)

قائداعظمؒ کا کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب

"اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کیلئے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح 1300 سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ سمجھ نہیں سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدون نہیں کیا جائے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں غیر مسلم کو بھی کوئی خوف، ڈر نہیں ہونا چاہئے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔

دلچسپ معلومات

☆......ٹوکیو وہ واحد شہر ہے جہاں کوئی فقیر نہیں ہوتا۔
☆......دنیا کا سب سے نچلا ملک ہالینڈ ہے۔

(محمد ثوبان......مڑھ بلوچاں)

نظم وضبط

نظم وضبط دو لفظوں "نظم" اور "ضبط" کا مجموعہ ہے۔ جس کے معنی ہیں "ایک لڑی میں پرونا اور ترتیب دینا" جبکہ ضبط کے معنی ہیں "رکاوٹ"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے کاموں میں کسی قانون اور قاعدے کی پابندی کرنے کا نام نظم وضبط ہے۔ ذاتی مفادات اور خواہشات کو روک کر اپنی صلاحیتوں کو کسی اعلیٰ نصب العین کی خاطر منظم کرنا نظم وضبط کہلاتا ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نظم وضبط حسن ترتیب کا دوسرا نام ہے۔ جو لوگ نظم وضبط کی پابندی کرتے ہیں اُن کی زندگی اصول وضوابط کے مطابق گزرتی ہے۔ ان کے ہر کام میں ایک سلیقہ اور ترتیب نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو نظم وضبط سے عاری ہوتے ہیں اُن کی زندگی میں کسی قاعدے یا قانون کی پابندی نظر نہیں آتی۔ ایسے لوگوں کی زندگی بے سلیقہ اور بے ترتیب گزرتی ہے۔

(کاشف نعیم، فتح جنگ)

غریب لوگوں کے بڑے کام

☆......ڈاکٹر اے Q خان کے والد ٹیچر تھے۔
☆......جابر بن حیان ایک یتیم غریب بچہ تھا۔ جسے دنیا کیمسٹری کا بانی مانتی ہے۔
☆......یورپ کا نامور ترین شاعر ہومر ایک اندھا بھکاری تھا۔
☆......لولا ڈی سلوا جو کبھی لوگوں کے جوتے پالش کرتا تھا دنیا آج اسے برازیل کا صدر مانتی ہے۔
☆......مشہور سائنس دان جان ہیرڈ ایک غریب پادری کا بیٹا تھا۔
☆......ڈاکٹر عبدالکلام سابق صدر اور بھارت کے میزائل پروگرام کا بانی ایک معمولی اخبار فروش تھا۔
☆......سر آئزک نیوٹن غریب کسان کا بیٹا تھا۔
☆......ضدی مزدور اور ناکام مصور ہٹلر محنت کر کے جرمنی کا صدر بنا۔
☆......نریندر مودی ریلوے سٹیشنوں پر چائے چائے کی آوازیں لگانے والا آگے چل کر انڈیا کا وزیراعظم بنا۔
☆......ترکی کے صدر رجب طیب اردگان بچپن میں ٹافیاں بیچا کرتا تھا۔
☆......جان ابراہیم بچپن میں جنگل سے لکڑی کاٹ کر اپنا پیٹ بھرنے والا آگے چل کر امریکہ کا صدر بنا۔
☆......پاکستان کے صدر غلام اسحاق نائب تحصیلدار تھے۔

حفیظ اللہ قیصرانی۔ لاہور

پیارے بچو!
یہ ہمارا گھر ہے
ہوں۔۔ میں ہوں شہد کی مکھی
پیارے بچو! میں اللہ کے حکم سے
آپ کیلئے مزیدار شہد بناتی ہوں
آؤ میں تمھیں اپنی دنیا کی سیر کراؤں۔۔
ہمارے گھر میں ایک ملکہ
تھوڑے سے ملازم
اور بہت ساری
شہد کی مکھیاں ہوتی ہیں
ہمیں گارڈنز بہت پسند ہیں
ہم پھولوں سے رس چوستی ہیں
اور اپنے گھر میں
جمع کر لیتی ہیں
آہستہ آہستہ ہمارا گھر
شہد سے بھر جاتا ہے
پھر...شہد والے انکل
ہمارے گھر سے سارا شہد نکال کر
آپ کیلئے پیک کر لیتے ہیں
اور ہمارے لئے
نیا گھر بنا دیتے ہیں
پیارے بچو!
شہد جمع کرنا
بہت محنت والا کام ہے
مگر ہم ہمیشہ آپ کیلئے
شہد جمع کرتی رہتی ہیں
پیارے بچو! شہد کھائیں تاکہ آپ کو دوائی نہ کھانی پڑے
PHULAI HONEY
شہد پھلائی
پورے پاکستان میں شہد کی
ڈسٹری بیوشن کیلئے رابطہ کریں
0321 4439150
تاکہ آپ شہد کو
اور مزے
کے ساتھ کھا سکیں
پیارے بچو!
انکل نے آپ کیلئے شہد میں
چاکلیٹ بھی مکس کر دی ہے
سکول کینٹین کیلئے
خصوصی ڈسکاؤنٹ
8gm
شہد بیری Rs.20
8gm
شہد چاکلیٹ Rs.15
8gm
شہد پھلائی Rs.10

بصارت سے محروم مگر بصارت سے مالا مال

ڈاکٹر شاہدہ رسول

ڈاکٹر شاہدہ رسول

محمد شعیب مرزا

ملتان کے ایک پسماندہ گاؤں میں پیدا ہونے والی شاہدہ رسول ابھی صرف تین ماہ کی تھیں کہ ٹائیفائیڈ کے شدید حملے کا شکار ہوگئیں جس کی وجہ سے وہ اپنی بینائی کھو بیٹھیں۔ وہ تو خوش قسمتی کہیے کہ خاندان کو گاؤں چھوڑ کر شہر آنا پڑا جہاں کچھ عزیزوں نے اصرار کر کے شاہدہ کو بینائی سے محروم بچوں کے سکول میں داخل کروا دیا اور

دولت سے مالا مال ہے۔

الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات نے شاہدہ رسول کی کامیابیوں کا بہت فراخدلی سے نوٹس لیا۔ جس سے انہیں یقیناً بہت حوصلہ اور کئی اعزاز ملے۔ جن میں کرنل محمد ایوب خان گولڈ میڈل ایوارڈ فار اُردو 2004ء، تمغہ حسن کارکردگی 2005ء، انجمن نوجوانان پاکستان ملتان کی طرف سے نشانِ اعزاز ملتان اور امید پاکستان

مشکلات کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور سفر جاری رکھا۔

ڈاکٹر شاہدہ رسول معروف براڈ کاسٹر رضا علی عابدی، ڈاکٹر روبینہ ترین اور ڈاکٹر عقیلہ جاوید کے ساتھ

یہاں سے شاہدہ رسول کو وہ پگڈنڈی ملی جس پر پاؤں پاؤں چلتے آخر ایک دن وہ ڈاکٹر شاہدہ رسول بن گئیں۔ اس سفر میں تو قدم قدم پر رکاوٹیں راستہ روکے کھڑی تھیں لیکن ہر موڑ پر وہ کامیابی و کامرانی کا ایک نہ ایک سنگ میل نصب کرتی چلی گئیں۔

سکول کی ابتدائی جماعتوں ہی سے شاہدہ رسول کا جوہر نصابی اور غیر نصابی میدانوں میں کھل کر یہ پیغام دینے لگا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں اور بے حد زرخیز ذہانت کی

ٹیلنٹ ایوارڈ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

2005ء میں شاہدہ رسول نے پنجاب کالج آف کامرس سے بطور لیکچرار عملی زندگی کا آغاز کیا جبکہ 2002ء میں ایم فل کے ساتھ ہی پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ ڈگری کالج فار سپیشل ایجوکیشن بہاولپور میں تعیناتی کا پروانہ حاصل کیا۔ 2008ء میں ڈاکٹر شاہدہ نے فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور مارگلہ کالج اسلام آباد ان کی عملی زندگی کا اگلا

30 ستمبر 2016ء کو انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔

مالک ہیں۔ امتحانات میں سب سے آگے، تقاریر میں سب سے بلند آہنگ، نعت خوانی میں سب سے منفرد۔ 1998ء میں امتیازی حیثیت میں میٹرک کا امتحان پاس

پڑاؤ قرار پایا۔ آج کل وہ دی مومن یونیورسٹی ملتان میں بطور لیکچرار اُردو فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ اسلام آباد میں ملازمت کے دوران ہی ڈاکٹر شاہدہ نے بین

گولڈ میڈل ملنے پر ڈاکٹر نجیبہ عارف کے ہمراہ

وہ کئی ایوارڈز بھی حاصل کر چکی ہیں۔

کر کے کالج میں داخلہ لیا۔ انٹرمیڈیٹ کے امتحان کا مرحلہ آیا تو قانون کے مطابق پرچے حل کرنے کے لئے دو مدارج کم کے طالب علم کی مدد لینا پڑی۔ یہی صورتحال بی اے میں پیش آئی۔ تاہم کچھ مشکلات کے بعد یہ منزل بھی پا لی۔ ایک بار پھر خاندان والوں کی طرف سے پڑھائی کا سلسلہ روکنے کا اصرار بڑھا لیکن قدرت نے والدہ کی طرف سے کچھ ایسی حمایت فراہم کی کہ شاہدہ رسول بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں ایم اے اُردو میں داخلہ لینے میں کامیاب ہوگئیں اور پھر امتحان میں انہوں نے شاندار کامیابی حاصل کرتے ہوئے اپنے ڈیپارٹمنٹ کا سولہ سالہ ریکارڈ توڑ کر ثابت کر دیا کہ بصارت سے محروم بے پناہ باصلاحیت لڑکی بصارت فکر کی

الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کرنے کی ٹھانی اور 30 ستمبر 2016ء کو شاہدہ رسول کو "ڈاکٹر شاہدہ رسول" قرار دے دیا گیا۔

ایک بار پھر ملکی اور غیر ملکی اخبارات، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا کا رُخ ان کی طرف ہوگیا۔ ہر زبان پر ان کی کامیابیوں کے حوالے سے تحسین وستائش کے الفاظ تھے اور ہونا بھی چاہئے تھے۔ ڈاکٹر شاہدہ رسول اس پذیرائی پر اگرچہ بہت خوش ہیں اور ان کے گھر والے بھی متفاخر ہیں لیکن وہ معاشرے اور ارباب اختیار دونوں سے

پورے استحقاق کے ساتھ یہ سوال ضرور کرتی ہیں کہ کیا ہر شاہدہ رسول کو اسی قدر دشواریوں اور ناہمواریوں سے گزرنا ہوگا یا ایسا وقت بھی آئے گا کہ معاشرہ معذوری کو مجبوری بننے سے روکنے میں اپنا کردار ادا کرے گا۔

نونہالان چمن کے لئے ڈاکٹر شاہدہ رسول کا پیغام یہ ہے

"دنیا میں ہمت اور ارادے سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے"۔ ڈاکٹر شاہدہ رسول

کہ دنیا میں ہمت اور ارادے سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ اگر آپ حوصلے اور لگن سے کسی منزل کی جستجو کریں گے تو اللہ آپ کے ایک قدم کے جواب میں آپ کی طرف دس قدم بڑھائے گا لیکن اس کی حمایت کے لئے آپ کی محنت اور لگن شرط ہے۔

☆☆☆

فریدہ گوہر

مسلمان اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ مسلمانوں کا الگ ملک ہونا چاہیے

قراردادِ پاکستان

یہ مارچ 1940ء کی بات ہے لاہور میں شہر کے کنارے ایک گشتی کے اکھاڑے کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ حاضرین کو دھوپ اور سیاسی مخالفین سے بچانے کے لیے ایک زبردست شامیانہ کھڑا کیا جا رہا تھا، ادھر شہر کے اندر فساد کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ مسلم لیگ کا اجلاس شروع ہونے سے تین چار دن پہلے یہ چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ پولیس نے خاکساروں کے ایک ہجوم پر گولی چلادی۔ تیس آدمی اس ہنگامے میں ہلاک ہوگئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

تین دن بعد، 22 مارچ کو محمد علی جناحؒ لاہور آئے اور سیدھے زخمی خاکساروں کی عیادت کے لیے ہسپتال جا پہنچے۔ خاکسار، مسلم لیگ کے مخالف تھے محمد علی جناحؒ کے اس فیاضانہ اظہار ہمدردی کا اچھا اثر پڑا۔ اس طرح بہت سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کی تسلی ہوگئی اور کشیدگی قدرے گھٹ گئی۔

23 مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کا اجلاس شروع ہوا۔ کچھ لوگوں نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی اور احتجاجی نعرے لگانے شروع کیے۔ محمد علی جناحؒ تقریر کرنے کھڑے ہوئے کچھ لوگوں نے بڑبڑانا شروع کیا، لیکن محمد علی جناحؒ اطمینان سے کھڑے رہے، انہوں نے حاضرین پر ایک کڑی نظر ڈالی اس کے بعد کسی نے آواز نہیں نکالی اور خاموشی سے جناح کی تقریر سننے لگے۔ جناح اپنے خطبہ صدارت میں ملک کے آئینی مسائل کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

”ہندوستان میں متعدد نسلوں کے لوگ بستے ہیں۔ ان میں سے بہت سی نسلیں اپنی روایات اور طرز زندگی میں ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہیں جتنی یورپ کی قومیں۔ اس ملک کی دو تہائی باشندے ہندومت کے پیرو ہیں اور پونے آٹھ کروڑ کے قریب مسلمان ہیں۔ ان دو فرقوں کا باہمی اختلاف صرف مذہبی معاملات تک محدود نہیں۔ ان کے کلچر اور قانون بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ہندومت اور اسلام دو مختلف تہذیبوں کے مظہر ہیں۔“

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔

انکی اس تقریر سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اب محمد علی جناحؒ محض ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد نہیں کروانا چاہتے تھے بلکہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ مملکت کی کوشش کرنے لگے تھے، جیسا کہ سرسید احمد خان کی کوششیں تھیں۔ سرسید احمد خان ایک سیاسی مفکر تھے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل کی ایک لمبی فہرست انکے سامنے تھی۔ انہوں نے اپنا قلم اٹھایا اور اہلِ قلم کو اپنے گرد جمع کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کے افکار وتصورات کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی اور یقین دھانی کروائی کہ ہندوستان میں دو قومیں بستی ہیں، ہندو اور مسلم، اور یہ دونوں قومیں اپنی ثقافت، رہن سہن، رسوم و رواج اور مذہبی عقائد میں بالکل مختلف ہیں۔ یہ اکٹھے ایک ملک میں مل جل کر نہیں رہ سکتے، انہیں الگ الگ دو ملکوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ آنے والے وقتوں میں مسلمان مفکر، سیاست دان، دانش ور اس بات کو پرکھتے رہے اور سب کی ایک ہی رائے تھی کہ مسلمانوں کا ایک الگ ملک ہونا چاہیے ورنہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔

23 مارچ 1940ء جلسہ لاہور کے کچھ عرصہ بعد محمد علی جناحؒ نے مطلوب الحسن سید سے کہا۔

”اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر کتنے خوش

ہوتے کہ ہم نے بالآخر وہی فیصلہ کیا جس کی انہیں آرزو تھی۔''

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں علامہ اقبالؒ کا 1930ء میں خطبہ الہ آباد بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ان کے یہ الفاظ تخلیقِ پاکستان کے سلسلے میں سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''ذاتی طور پر میں ان مطالبات سے بھی ایک قدم آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ

ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا اور 23 مارچ 1940ء کو بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی ابوالقاسم فضل الحق نے اجلاس میں قرارداد پیش کی۔اس کی سب سے اہم شق یہ تھی کہ

''کل ہند مسلم لیگ کا یہ اجلاس پورے غوروخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ہندوستان کے آئینی مستقبل کے متعلق صرف وہی تجویز قابلِ عمل ہوگی اور مسلمانوں کو قبول ہوگی جو مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہو۔وہ اصول یہ ہے کہ موجودہ صوبائی سرحدوں میں ضروری ردوبدل کر

مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا۔

سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنادی جائے۔سلطنتِ برطانیہ میں رکھ کر یا اس سے باہر رکھ کر، خودمختار طرزِ حکومت رائج کیا جائے۔شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں یا کم از کم شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا نوشتہ تقدیر ہے''

اقبال اپنی شاعری کے ذریعے ہندوستان کے مسلمانوں کو جینے کا نیا حوصلہ دے رہے تھے۔بانگِ درا کی ایک نظم ''صدائے درد'' میں کہتے ہیں

سر زمین اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا ، یاں تو اِک قربِ فراق انگیز ہے
بدلے یک رنگی کے ، یہ نا آشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب
لذتِ قربِ حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں
اختلاطِ موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں

ایک اور نظم ''تصویرِدرد'' کے یہ اشعار

رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستان! مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑا اس باغ میں گلچیں
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

کے ملک کی تقسیم اس طرح کی جائے ان علاقوں میں آزاد ریاستیں قائم ہوسکیں۔جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یعنی ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی خطے۔ان ریاستوں میں جو صوبے شامل ہوں گے ان کو مکمل خودمختاری اور اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہوگا۔''

دوسرے دن ہندوستانی اخباروں نے اپنی سرخیوں میں اس قرارداد کو 'قرارداد پاکستان' کا نام دیا۔

چوہدری رحمت علی لفظ ''پاکستان'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''لفظ 'پاکستان' فارسی بھی ہے اور اردو بھی۔ہندوستان اور ایشیا میں مسلمانوں کے جو وطن ہیں ان سب کے ناموں کا ایک یا ایک سے زائد حرف لفظ 'پاکستان' میں شامل ہے۔یعنی پنجاب، افغانیہ (شمالِ مغربی سرحدی علاقہ) کشمیر، ایران، سندھ (مع کچھ اور کاٹھیاوار)، تخارستان، افغانستان اور بلوچستان۔پاکستان سے مراد ہے 'پاک' قوم کا وطن، یعنی ایسی قوم جو روحانی طور پر پاک وصاف ہے۔یہ لفظ ہماری قوم کے مذہبی معتقدات اور اس کی مختلف نسلوں کی علامت ہے۔وہ ان تمام علاقوں پر دلالت کرتا ہے جن پر ہمارا وطن مشتمل ہے۔''

14 اگست 1947ء کو مسلمانوں کو اپنی منزل مل گئی۔

پھر اہلِ وطن کو فکرِ وطن کی طرف یوں مائل کرتے ہیں

وطن کی فکر کرناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادی کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اور پھر ان کا یہ عزم کہ

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

علامہ اقبالؒ کی شاعری نے پاک و ہند کے مسلمانوں کو

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔یہ ایک خاص قوم کے رہنے کے لیے بنایا گیا ہے جن کے زندگی گزارنے کے اپنے اصول قوانین اور آئین ہوتے ہیں یہ قوم مسلمان قوم ہے جو اپنے قوانینِ زندگی قرآن اور سنت سے اخذ کرتے ہیں۔اس خیال کو آپ سب نے ساتھ لے کر چلنا ہے تبھی آپ پاکستانی کہلانے کے حق دار ہوں گے۔مسلمان اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ مسلمانوں کا الگ وطن ہونا چاہیئے۔

☆☆☆

قرارداد پاکستان

23 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک میں جواب گریٹر اقبال پارک کہلاتا ہے جلسہ عام منعقد ہوا، جس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔اس جلسے میں ہندوستان کے مسلمانوں نے قرارداد پاکستان منظور کی۔اس قرارداد کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو آزاد اسلامی ریاست کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ منظور نہیں۔یہی قرارداد ہی قیام پاکستان کی بنیاد بنی۔جس کی یادگار کے طور پر مینار پاکستان تعمیر کیا گیا۔یہ مینار عین اسی جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے جہاں اس جلسے کے لئے سٹیج بنایا گیا تھا جبکہ کرسی صدارت والی جگہ پر ایک بڑا چبوترہ بنایا گیا ہے جو ہمارے قومی نشان چاند ستارے کی شکل کا ہے۔

مینار کا نچلا حصہ دس پنکھڑیوں والے کھلے ہوئے پھول کی طرح ہے۔کئی منزلوں والا یہ مینار 198 فٹ اونچا ہے۔مینار کے اوپر تک جانے کے لئے 324 سیڑھیوں کے علاوہ ایک لفٹ بھی موجود ہے۔مینار کا نچلا حصہ بہت چوڑا اور کشادہ ہے۔دراصل یہ ایک گول کمرہ ہے۔جس کی باہر کی دیواروں پر خوبصورت محرابیں بنی ہوئی ہیں۔سنگ مرمر کی دیواروں پر پاکستان بنانے کی جدوجہد کی پوری کہانی لکھی ہوئی ہے۔اس کے علاوہ ان دیواروں پر قرآنی آیات، علامہ اقبالؒ کے اشعار، قائداعظمؒ کے اقوال اور قرارداد کا متن بھی کندہ ہے۔مینار پاکستان کے احاطے میں عظیم شاعر حفیظ جالندھری کا مزار ہے جنہوں نے پاکستان کا قومی ترانہ لکھا تھا۔

(ذکیہ ناز......مانانوالہ)

☆☆☆

جاوید اقبال

خزانہ

وہ خزانے کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ ایک دن اچانک.......

نواز خان کو ان سنگلاخ پہاڑوں پر گھومتے آج تیسرا دن تھا۔ ان تین دنوں میں اس نے ان پہاڑوں کی ایک ایک جھاڑی چھان ماری، ایک ایک کھوہ میں جھانک لیا۔ ایک ایک پیڑ کے تنے کو کھنگال ڈالا، کانٹوں بھری پگڈنڈیوں پہ چلتے کتنے ہی خار اس کے جوتوں کے تلووں میں گھس کر اس کے پاؤں زخمی کر گئے تھے۔ ان خاردار جھاڑیوں سے الجھ الجھ کے اس کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے مگر اس کے شوق، اس کی جستجو میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ اسے یقین تھا کہیں نہ کہیں کسی پہاڑی کی کھوہ کسی گھنی جھاڑی میں دفن خزانہ اس کے ہاتھ ضرور لگے گا۔

سالہا سال ایک سرکاری ادارے میں کلرکی کرتے جب خوشحالی نصیب نہ ہوئی تو نواز خان تھک گیا۔ اس نے چند دن آرام اور تفریح کیلئے اس پہاڑی گاؤں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ سکندر خان اس کے والد کے دوست تھے۔ غمی خوشی میں آنا جانا تھا۔ نواز خان نے خط لکھا کہ وہ چند دنوں کے لئے یہاں آنا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا کہ ”جلدی آ جاؤ“۔ چنانچہ نواز خان اپنے مختصر سامان کے ساتھ وہاں چلا آیا۔

سکندر خان نے اپنے دوست کے بیٹے کی خوب خاطر مدارت کی۔ نواز خان صبح سویرے گھر سے نکل کھڑا ہوتا اور پھرتا پھراتا پہاڑیوں کے دامن میں آ نکلتا۔ پرندے پیاری پیاری بولیوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے گالوں کو تھپتھپاتے، پھولوں سے لدی ڈالیاں اس سے لپٹ لپٹ جاتیں۔ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں اسے اپنی پناہ میں بلاتی مگر وہ ان سب سے بے نیاز کسی اور ہی دھن میں سرگرداں پہاڑوں کی خاک چھانتا، دھوپ میں جلتا رہتا۔ اسے کسی خزانے کی تلاش تھی، وہ اپنا نصیب بدلنے کی جستجو میں تھا اسے یقین تھا۔ اس پہاڑی علاقے میں اسے کوئی خزانہ مل جائے گا۔ صدیوں پرانا دفن خزانہ اور اس کا مقدر سنور جائے گا، اور وہ اس خزانے سے وہ ساری خوشیاں خریدے گا جن سے وہ اب تک محروم رہا ہے۔

پہاڑوں کے دامن میں ایک برساتی نالہ تھا جو خشک پڑا تھا۔ برسات میں پہاڑوں پر برستی بارشوں کا پانی اس نالے سے گزرتا تھا مگر اس وقت یہ نالہ خشک اور پتھروں سے بھرا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے پتھر ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔

پہاڑوں کے بعد نواز خان نے اس نالے کو مرکز نگاہ بنا لیا۔ وہ ایک ایک پتھر کو اپنی نگاہوں سے ٹٹولتا، پاؤں سے ٹھوکر مارتا، کہ شاید ان پتھروں کے درمیان کوئی قیمتی پتھر کوئی انمول موتی اسے مل جائے، جو اس کا نصیب بدل دے۔ بس یہی دھن تھی جو اسے تھکنے نہ دیتی، نہ اسے دھوپ جلاتی، نہ پاؤں میں چبھے کانٹے تکلیف دیتے، نہ اسے اپنے تار تار دامن کی فکر تھی۔

اس دھن میں سرگرداں ایک سہ پہر وہ نالے سے گزر کر گاؤں کی طرف جا رہا تھا کہ اسے کسی کی چیخ سنائی دی اس کے ساتھ ہی کسی کے دھپ سے گرنے کی آواز آئی۔ نواز خان چونک پڑا۔ یہاں آبادی سے ہٹ کر ایک کچا مکان تھا۔ جس کی چھوٹے پتھروں سے چار دیواری کی گئی تھی۔ آواز اسی گھر سے آئی تھی۔ دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی۔ نواز خان نے آگے بڑھ کر اندر جھانکا۔ اندر ایک بپھری ہوئی گائے نظر آئی۔ جس کے گلے میں بندھی رسی ایک بوڑھی عورت کے ہاتھ میں الجھی ہوئی تھی۔ بوڑھی عورت زمین پر گری ہوئی تھی اور بپھری ہوئی گائے اسے اپنے ساتھ گھسیٹ رہی تھی۔ نواز خان دیوار پھاند کر اندر چلا گیا اور آگے بڑھ کر گائے کو پکڑنا چاہا۔ مشتعل گائے نے اپنے سینگوں سے اسے پرے اچھال دیا نواز خان پیچھے یوں ارے جا ٹکرایا۔
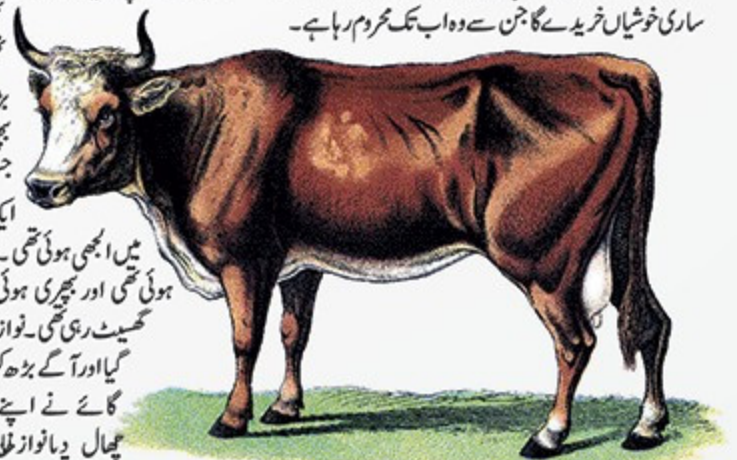
اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ نواز خان نے اپنے سر کو زور سے جھٹکا اور اپنی تکلیف کو بھول کر گائے کو سینگوں سے دبوچ لیا۔ گائے نے اپنے سینگ اس کی گرفت سے چھڑانے کیلئے سر کو زور سے جھٹکا مگر نواز نے اسے اپنی گرفت سے نکلنے نہ دیا۔ اس کشمکش میں اس کے ہاتھ لہولہان ہو گئے۔ ذرا مہلت ملی تو بوڑھی عورت نے اپنا ہاتھ رسی سے چھڑا لیا۔ نواز خان گائے کو چھوڑ کر بوڑھی عورت کی طرف بڑھا۔ گائے بھاگ کر گھر کے ایک کونے میں کھڑی ہو گئی، نواز خان نے بوڑھی عورت کو سہارا دے کر اٹھایا اور صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھا دیا۔ زمین چونکہ کچی تھی اس لئے چند خراشوں کے سوا کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی تھی۔ مگر گرنے کا صدمہ ابھی تک تھا۔ نواز خان نے اس کے کپڑوں سے مٹی جھاڑی، تلوے سہلائے تو اس کے حواس بحال ہوئے۔ اس نے پوچھا...... ”بیٹا تم کون ہو“۔ نواز خان نے بتایا کہ ”وہ لاہور سے آیا ہے اور سکندر خان کا مہمان ہے“۔

”اچھا تو تم خان کے مہمان ہو“۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

”اماں آپ کی گائے کیوں بھاگ گئی تھی“۔ نواز خان نے پوچھا۔

”بیٹا کسی چیز سے ڈر کر بدک گئی تھی۔ یہ تو روز کا مسئلہ ہے۔ نظر کمزور ہو گئی ہے۔ ٹانگوں میں دم نہیں رہا۔ اس جانور کو کون سنبھالے۔ میرا اس کے سوا کوئی آسرا نہیں۔ اس کے دودھ سے ہی گزر بسر ہوتی ہے۔ آل اولاد کوئی ہے نہیں۔ میں بوڑھی دکھ سہنے کے لئے زندہ ہوں“۔ بوڑھی نے غم زدہ آواز میں کہا۔

نواز خان بولا...... ”اماں آپ فکر نہ کریں، میں کچھ دن یہاں ہوں۔ میں آپ کی دیکھ بھال کروں گا۔ آپ کی گائے کے لئے چارا بھی لا دیا کروں گا۔ یہاں سے جاتے ہوئے چچا سکندر خان سے کہہ دوں گا۔ وہ آپ کی دیکھ بھال کے لئے کوئی بندوبست کر دیں گے“۔

”اللہ تمہیں خوش رکھے“۔ بوڑھی عورت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ نواز خان کچھ دیر وہاں بیٹھا بوڑھی عورت سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے گائے کو جو کہ اب آرام سے ایک کونے میں کھڑی تھی کھونٹے سے باندھ دیا اور صبح دوبارہ آنے کا کہہ کر وہاں سے نکل پڑا۔

نواز خان گھر جانے کے لئے پگڈنڈی پر ہو لیا۔ اس پگڈنڈی سے وہ درجنوں بار گزر چکا تھا مگر اب اس کے دل کا عالم کچھ اور ہی تھا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے اسے عجیب فرحت کا احساس دلایا تھا۔ پرندوں کے چہچہے اس کے دل کو لبھا رہے تھے۔ اسے لگا جیسے وہ ان دلفریب نظاروں کو پہلی بار دیکھ رہا ہے۔ ”شاید یہی وہ خزانہ تھا، یہی وہ سچی خوشی تھی جس کی مجھے تلاش تھی“۔ اس نے خود سے کہا۔ اسے یاد آیا اس نے اپنے دفتر میں آنے والے سائلوں سے کبھی سیدھے منہ بات نہ کی تھی، کبھی انہیں انسان سمجھ کر ان کے کام نہ آیا تھا۔ مگر آج ایک انسان کی مدد کر کے اسے وہ گمشدہ خزانہ مل گیا تھا جس سے اس کی بے چین روح سکون کی دولت سے مالا مال ہو گئی تھی۔ یہ خزانہ پا کر نواز خان اب ایک بدلا ہوا انسان تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک متکبر سرکاری ملازم کے بجائے اپنے سائلوں سے سچے خادم کی طرح پیش آئے گا تا کہ یہ نایاب خزانہ کم ہونے کے بجائے اور بڑھے۔

☆☆☆

نام ...... ملک محمد راغب الرحمٰن ۔تاریخ پیدائش ...... 23-03-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل ...... دین کی خدمت' کرکٹ کھیلنا ۔ارادے ...... سافٹ انجینئر ۔تبدیلی ...... نمازی بنادیا (اللہ استقامت نصیب فرمائے)۔ پتہ......خانیوال۔

☆☆☆

نام ...... فیض الٰہی باجوہ ۔تاریخ پیدائش ...... 5-3-2001 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل ...... کتابیں پڑھنا ۔ارادے ...... اپنے ملک اور والدین کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں (شاباش۔ ہمارے لیے کچھ نہیں کرنا؟)۔تبدیلی...... کتابیں پڑھنا اور خود میں تبدیلی۔ پتہ......رسولپورہ۔

☆☆☆

نام ...... محمد طیب نذیر ۔تاریخ پیدائش ...... 23-3-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل ...... پڑھائی، کھیل ۔ارادے ...... انجینئرنگ ۔تبدیلی...... پڑھنے کی عادت بنی ہے (لکھنے کی عادت کب بنے گی؟)۔ پتہ......وہاڑی۔

☆☆☆

نام ...... جمال خان ۔تاریخ پیدائش ...... 23-3-2001 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... کتب کا مطالعہ باغبانی ۔ارادے ...... ڈاکٹر ۔تبدیلی ...... زندگی بدل دی (اب آپ دوسروں کی زندگیاں بدلیں)۔ پتہ......میانوالی۔

☆☆☆

نام......غنیزہ امین ۔تاریخ پیدائش......10-3-2005 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......بچوں کے رسالے پڑھنا ۔ارادے...... آرمی میں جانے کا ارادہ ہے (جائیں ۔روکا کس نے ہے؟)۔ تبدیلی......وقت کی پابندی۔ پتہ......چکوال۔ تحصیل کلر کہار۔

☆☆☆

نام......مریم کاشف ۔تاریخ پیدائش ...... 11-3-2013 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... کھلونوں کے ساتھ کھیلنا ۔ارادے......ڈاکٹر بننا ۔تبدیلی......معلومات میں کافی اضافہ ہوا (پھول پڑھ کر یا کھلونوں کے ساتھ کھیل کر؟)۔ پتہ......فتح جنگ۔

☆☆☆

نام......حمنیٰ عبداللہ ۔تاریخ پیدائش......24-3-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل ......شرارتیں کرنا (بُری بات)۔ارادے ......ابھی کچھ سوچا نہیں ۔تبدیلی ...... معلومات میں اضافہ ۔ پتہ ......مناواں لاہور۔

☆☆☆

نام......سید محمد شاہ زمان شاہ ہمدانی (کتنے لوگ ہیں؟) ۔تاریخ پیدائش......12-3-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل...... ڈرائنگ ۔ارادے ...... پائلٹ ۔تبدیلی ...... ڈرائنگ کرنے کا شوق پیدا ہوا ہے (پائلٹ بننے کا شوق کیسے پیدا ہوا؟)۔ پتہ...... میانوالی۔

آپ ''پھول'' پڑھتے ہیں۔ آپ ہمارے لئے اہم ہیں۔ آپ بھی ''پھول فورم'' میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اپنا تعارف اور تصویر شائع کرنے کے لئے کوپن پر کر کے اپنی پاسپورٹ سائز تصویر کے ہمراہ بھجوا دیں اور آپ کو کرنا ہوگا۔۔۔۔ صرف اپنی باری کا انتظار۔ باری آنے پر آپ کا تعارف ضرور شائع ہوگا۔ ''پھول''

پڑھتے رہیے۔ اس کے آئندہ کسی بھی شمارے میں آپ کے لئے ہوگا سرپرائز

☆☆☆

نوٹ

پھول ساتھیوں! پھول فورم کے لئے صاف، واضح اور پاسپورٹ سائز تصویر بھجوائیں۔ ورنہ آپ کا کوپن شائع نہیں کیا جائے گا۔

☆☆☆

نام......اکرام خان ۔تاریخ پیدائش ...... 28-3-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......دوست بنانا (اور دوستی نبھانا؟) ۔ارادے......فوجی بنوں گا ۔تبدیلی ...... بڑوں کی عزت سکھائی ۔ پتہ......ڈی جی خان۔

☆☆☆

نام ...... رانا بہادر علی ۔تاریخ پیدائش ...... 16-3-1998 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... کرکٹ کھیلنا' مطالعہ کرنا ۔ارادے...... پاک آرمی جوائن کرنا۔ انشاءاللہ (آپ بہادر ہیں آرمی کو آپ کی ضرورت ہے)۔تبدیلی......مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ پتہ......کلورکوٹ۔

☆☆☆

نام......راجہ محمد فرقان امین ۔تاریخ پیدائش......15-3-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......موبائل کا استعمال، کمپیوٹر چلانا (پڑھائی پر بھی توجہ دیا کریں)۔ارادے......آرمی میں جانے کا ارادہ ہے ایئرفورس ۔تبدیلی ...... بڑوں کا ادب سکھایا۔ پتہ ......چکوال۔

☆☆☆

نام......حذیفہ خان ۔تاریخ پیدائش ...... 27-3-2004 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق ۔ارادے......میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا ۔تبدیلی......میں اچھا بچہ بن گیا ہوں (کاش اچھے ڈاکٹر بھی بن جائیں)۔ پتہ......سرج منی روڈ۔

☆☆☆

نام......حبیب احمد سلطان ۔تاریخ پیدائش......3-3-2003 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... مطالعہ کرنا ۔ارادے ...... سیاست دان بننا (کیوں نا اہل ہونا ہے) ۔تبدیلی......اچھا انسان بنایا۔ پتہ......حویلی لکھا۔

☆☆☆

نام......سونیا کنول ۔تاریخ پیدائش......6-3-2000 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......نعت خوانی' قرأت ۔ارادے......وطن کی راہ میں شہید ہونا۔ تبدیلی......ایمان کی روشنی بیدار کی (اب آپ یہ روشنی پھیلائیں)۔ پتہ......لیہ۔

☆☆☆

نام......محمد عثمان فرید سیالوی ۔تاریخ پیدائش......16-3-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......دینی کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا ۔ارادے......فوج میں جانا (اچھی بات ہے)۔تبدیلی......علم میں اضافہ کیا۔ پتہ......محمدی شریف۔

☆☆☆

نام ...... ہانیہ توقیر قریشی ۔تاریخ پیدائش ...... 29-3-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل ......کہانیاں پڑھنا ۔ارادے...... آرمی ڈاکٹر (فوج میں جانے کا رجحان بڑھ رہا ہے)۔تبدیلی...... وقت کی پابندی۔ پتہ......مظفر آباد۔

☆☆☆

نام......محمد احمد رضا ۔تاریخ پیدائش......28-3-2005 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... باغبانی کرنا (آپ کے باغ میں ''پھول'' جیسا کوئی پھول ہے؟)۔ارادے ...... انجینئر بننا ۔تبدیلی......تلفظ درست کیے۔ پتہ......لڈن۔

☆☆☆

نام ...... انعام اللہ باجوہ ۔تاریخ پیدائش ...... 20-3-2005 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... مطالعہ کرنا (اچھی کتابوں کا)۔ارادے ...... ڈاکٹر بننا ۔تبدیلی ...... پابندی وقت ۔ پتہ ......فورٹ عباس۔

☆☆☆

نام ......ثقلین عباس خان ۔تاریخ پیدائش......15-3-1999 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل...... پڑھائی توجہ سے کرنا' کرکٹ کھیلنا ۔ارادے ...... ڈاکٹر بن کر ملک و قوم کی خدمت کرنا (بچ جائیں)۔تبدیلی......ذہنی اور اخلاقی تربیت۔ پتہ......بھکر۔

☆☆☆

نام ...... محمد عبداللہ گل ۔تاریخ پیدائش ...... 19-3-1996 (سالگرہ مبارک ہو) ۔مشاغل ...... اچھی کتب/ رسائل پڑھنا ۔ارادے......اچھا انسان بننا (کوشش جاری رکھیں) ۔تبدیلی...... ''پھول'' کا رائٹر بنا دیا۔ پتہ......مظفر گڑھ۔

☆☆☆

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں "تعلیمی نصاب میں اخلاقی اقدار پر مشتمل اسباق کی شمولیت" کے موضوع پر نونہال مقررین کا مینجنگ ڈائریکٹر پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ عبدالقیوم اور سید علی بخاری کے ہمراہ گروپ فوٹو

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

نوائے وقت

ہر عمر کے بچوں کیلئے

پھول اخبار

"ابتدائی اور اعلیٰ تعلیمی نصاب میں اخلاقی اقدار پر مشتمل اسباق کی شمولیت" کے موضوع پر ہمدرد نونہال اسمبلی کا اجلاس

مینجنگ ڈائریکٹر پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ عبدالقیوم نے کہا کہ ہم "ایک ملک ایک نصاب" کے مشن کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کر رہے ہیں۔ کوشش ہے کہ ہر بچے کو یکساں تعلیم دی جائے۔ دور حاضر میں بچوں کی کردار سازی کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا اب ہماری زیادہ توجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کی کردار سازی پر مرکوز ہے۔ ہم نے انہیں شکار ہونے یا شکار کرنے سے بچانا ہے تاکہ وہ غلط راستہ اختیار نہ کریں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ دنوں ہمدرد نونہال اسمبلی کے زیر اہتمام منعقدہ خصوصی نشست سے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیمی نصاب میں اخلاقی اقدار پر مشتمل اسباق کی شمولیت کے موضوع پر طلباء کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کیا۔ شرکائے گفتگو میں نونہال سیمل رضا، دعا منصور اور نورابابر شامل تھے۔ اس موقع پر پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی شائع کردہ اردو لازمی برائے جماعت دہم جس میں حکیم محمد سعیدؒ کے عنوان سے ایک مضمون کی اشاعت ہے۔ مینجنگ ڈائریکٹر پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ عبدالقیوم نے ہمدرد فاؤنڈیشن کے ڈپٹی ڈائریکٹر سید علی بخاری کو خصوصی طور پر پیش کی جبکہ ادارہ ہمدرد کی طرف سے موصوف کو یادگاری شیلڈ پیش کی گئی۔

☆☆☆

معروف ٹی وی اداکار منالاہوری "زکوٹا جن" انتقال کر گئے۔

معروف ٹی وی اداکار مطلوب الرحمٰن عرف منالاہوری فالج کے مرض میں مبتلا تھے۔ منالاہوری نے معروف ٹی وی ڈرامہ عینک والا جن سے شہرت حاصل کی۔ انہوں نے زکوٹا جن کا کردار ادا کیا تھا۔ منالاہوری کا میو ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔

شیخ فرید کی بیٹی کا انتقال

کوئٹہ سے تعلق رکھنے والے معروف ادیب اور استاد شیخ فرید کی جواں سال صاحبزادی لاہور میں انتقال کر گئیں۔ اکادمی ادبیات اطفال، پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی، ادبی تنظیم برگ کے عہدیداروں اور بچوں کے ادیبوں کی کثیر تعداد نے شیخ فرید سے اظہار تعزیت اور مرحومہ کی مغفرت کی دعا کی۔

وفاقی سیکرٹری برائے قومی تاریخ وادبی ورثہ ڈویژن انجینئر عامر حسن کی والدہ کا انتقال

وفاقی سیکرٹری برائے قومی تاریخ وادبی ورثہ ڈویژن انجینئر عامر حسن کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ میں علم و ادب اور وفاقی حکومت سے وابستہ اہم شخصیات نے شرکت کی۔ اکادمی ادبیات پاکستان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی، اکادمی ادبیات اطفال و دیگر اداروں نے تعزیتی اجلاس منعقد کیے۔ اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین عبدالحمید خان نیازی، ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر راشد حمید، علی یاسر، نیشنل بک فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر ڈاکٹر انعام الحق جاوید، سیکرٹری اشتیاق احمد، افشاں ساجد، منصور احمد، ریجنل ڈائریکٹر لاہور نزہت اکبر، ایڈیٹر ماہنامہ "پھول" وصدر پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی محمد شعیب مرزا، سیکرٹری اکادمی ادبیات اطفال وسیم عالم و دیگر عہدیداروں نے مرحومہ کی مغفرت اور جنت میں درجات کی بلندی اور لواحقین کیلئے صبر جمیل کی دعا کی۔

وزیر تعلیم پنجاب رانا مشہود خان عالمی یوم تفکر کا افتتاح کر رہے ہیں۔ گرل گائیڈز ملی نغمہ پیش کر رہی ہیں۔
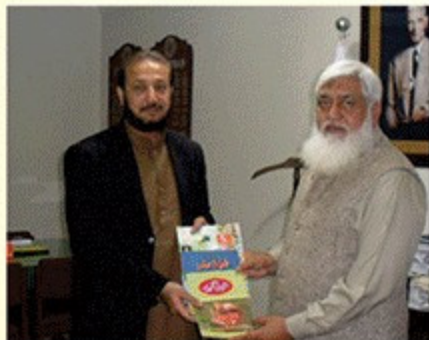
ایڈیٹر "پھول" وصدر پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی محمد شعیب مرزا ماہنامہ پھول اور اپنی نئی کتب مینجنگ ڈائریکٹر پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ عبدالقیوم کو پیش کر رہے ہیں۔

این بی ایف پشاور کے دورے کے موقع پر مشیر وزیراعظم عرفان صدیقی کے ہمراہ گروپ فوٹو میں وفاقی سیکرٹری انجینئر عامر حسن، ایم ڈی این بی ایف ڈاکٹر انعام الحق جاوید، ڈاکٹر قاسم بگھیو جوائنٹ سیکرٹری وچیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان عبدالحمید خان نیازی اور ڈپٹی ڈائریکٹر مراد علی مہمند نمایاں ہیں۔

دعائے صحت کی اپیل

ماہنامہ پھول کے لکھاری عثمان اکرم (پھول ٹیم کی رکن منزہ اکرم کے بھائی) چند دنوں سے علیل ہیں۔ پھول کے قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی دائمی صحت اور طویل عمر کے لئے دعا فرمائیں۔

علامہ راغب حسین نعیمی کی دادی جان کا انتقال

معروف دینی رہنما و مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور علامہ راغب حسین نعیمی کی دادی جان اور مفتی محمد حسین نعیمی کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت، اظہار تعزیت اور دعائے مغفرت کی۔

ممتاز ادیب، دانشور اور محقق پروفیسر حنیف شاہد انتقال کر گئے
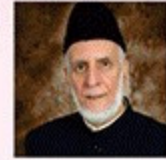
نامور ادیب، سکالر اور محقق پروفیسر محمد حنیف شاہد کئی ماہ کی علالت کے بعد گزشتہ روز انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی 79 سال تھی۔ وہ بیماری سے کچھ عرصہ قبل تک بزم اقبال کے ڈائریکٹر کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے جبکہ کافی عرصہ نظریہ پاکستان ٹرسٹ میں قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال اور تحریک پاکستان کے حوالے سے تحقیقی کام کرتے رہے۔ انہوں نے اسلام کے حوالے سے انگریزی میں تحقیقی کتاب لکھی۔ جس کا بعد ازاں اردو میں "اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں" کے عنوان سے ترجمہ شائع ہوا۔ اس کتاب کو پڑھ کر 350 سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ مرحوم کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر اکیڈمی آف لیٹرز کی عمارت میں ان کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ جبکہ کینیڈا میں بھی انہیں ایوارڈ سے نوازا گیا۔ مرحوم حنیف شاہد کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ اکلوتا بیٹا حفیظ شاہد اور 3 بیٹیاں شامل ہیں۔ نماز جنازہ میں علمی، ادبی و دیگر شعبوں کے افراد نے تعداد میں شرکت کی۔

امان اللہ نیر شوکت کی عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے حجاز مقدس روانگی

بچوں کے معروف شاعر اور ادیب "بچوں کا پرستان" کے مدیر اعلیٰ امان اللہ نیر شوکت یکم مارچ 2018ء کو عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے حجاز مقدس روانہ ہو گئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ عمرہ قبول فرمائے۔ (آمین)۔

سینئر صحافی سید شعیب الدین پریس کلب میں اپنی سالگرہ کا کیک کاٹ رہے ہیں صدر اعظم چودھری ایڈیٹر دی نیشن سلیم بخاری، عبدالمجید ساجد، احسان شوکت، غلام حسین و دیگر ساتھ کھڑے ہیں۔

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے زیر اہتمام سیمینار کے موقع پر رانا مشہود احمد خان، صبا صادق، عبدالقیوم، مولانا فضل رحیم و دیگر

انفرادی و اجتماعی ذمہ داری کا احساس کرنے والے معاشرے میں ترقی کرتے ہیں: رانا مشہود

محفوظ بچے مضبوط پاکستان کتابچہ ایک احسن قدم: مزید کاوشیں جاری رکھی جائیں گی

چائلڈ پروٹیکشن ڈے 7 فروری 2018ء کے موقع پر حکومت پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ اور چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو پنجاب کے اشتراک سے "محفوظ بچے مضبوط پاکستان" کے موضوع پر ایک سیمینار کا انعقاد ایوان وزیر اعلیٰ 90 شارع قائداعظم کیا گیا۔ سیمینار کے انعقاد میں غیر سرکاری تنظیموں ساحل، روزن اور یونیسیف نے خصوصی معاونت کی۔ یہ تنظیمیں "محفوظ بچے مضبوط پاکستان" کے موضوع پر کتابچہ تیار کرنے میں بھی پیش پیش رہیں، اس موقع پر صوبائی وزیر رانا مشہود احمد خان، ذکیہ شاہنواز، مسز حمیدہ وحیدالدین اور صبا صادق کے علاوہ مولانا فضل الرحیم، مولانا محمد حسین اکبر، مولانا زبیر احمد ظہیر، مولانا راغب نعیمی، ڈاکٹر خالد مسعود گوندل، افتخار مبارک اور عرفان جمیل بشپ آف لاہور نے بھی اظہار خیال کیا، رانا مشہود احمد خان نے کہا کہ وہی معاشرے ترقی کرتے ہیں جن میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر احساس ذمہ داری عیاں ہو، انہوں نے "محفوظ بچے مضبوط پاکستان" کے موضوع پر پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی طرف سے تیار کئے گئے کتابچے میں والدین، اساتذہ اور طلبہ کے لئے ہدایات اور رہنمائی کو ایک احسن قدم قرار دیا اور ایسے اقدامات کو جاری رکھنے کا عزم کیا۔

اسلام آباد ایئر یونیورسٹی میں منعقدہ ایک تقریب سے صدر آزاد جموں و کشمیر سردار مسعود خان اور وائس چانسلر فائز امیر خطاب کر رہے ہیں

لاہور: دارارقم سکول کے زیر اہتمام الحمرا ہال میں منعقدہ سالانہ تقریب میں مہمان خصوصی میاں آصف پرویز بچوں میں اسناد تقسیم کر رہے ہیں

عبدالمجید خان نیازی نے بطور چیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان، اضافی چارج سنبھال لیا۔

عبدالمجید خان نیازی جوائنٹ سیکرٹری قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن نے چیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان کی اضافی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ وہ انتظامی امور کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ عبدالمجید خان نیازی قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن کے سینئر آفیسر ہیں۔ اس سے قبل وہ وزیر اعظم ظفر اللہ خان جمالی اور شوکت عزیز کے افسر تعلقات عامہ کے فرائض بھی احسن طریقے سے انجام دے چکے ہیں۔ وزارت اطلاعات کی طرف سے برادر ملک ترکی میں پریس اتاشی اور پریس کونسلر کی اہم پوسٹوں پر بھی تعینات رہے ہیں۔ وزارت میں اپنی سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وہ اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین کے طور پر بھی فرائض انجام دیتے رہیں گے۔

مسکراہٹیں

سحر ضیا

ذہانت

استاد: (شاگرد سے) سورج دور ہے یا چین؟۔
شاگرد: جناب! چین دور ہے۔
استاد: کیسے؟۔
شاگرد: کیونکہ سورج سامنے دکھائی دے رہا ہے اور چین نظر نہیں آ رہا۔

(ولید احمد...... بدووالی)

☆☆☆

پیراشوٹ

ایک دکاندار پیراشوٹ بیچ رہا تھا۔
ایک گاہک نے پوچھا اگر بٹن دبانے کے بعد پیراشوٹ نہ کھلا تو؟
دکاندار: کوئی بات نہیں، دوسرا لے جائیے گا۔

☆☆☆

نانی اور دادی میں فرق

محمد حنیف (اپنے دوست لطیف سے): بتاؤ! نانی اور دادی میں کیا فرق ہے؟
لطیف (بہت دیر سوچنے کے بعد): نانی وہ ہوتی ہے جن کے بال سفید ہوتے ہیں اور دادی وہ ہوتی ہے جن کے بال لال ہوتے ہیں۔

(ثروت یعقوب...... لاہور)

☆☆☆

گھڑی

ایک بچہ بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔
آدمی: (بچے سے): بیٹا! یہ گھڑی ٹائم بتاتی ہے؟۔
بچہ: (معصومیت سے) نہیں انکل خود دیکھنا پڑتا ہے۔

☆☆☆

نمونہ

ایک شاعر کو ہر بات میں یہ کہنے کی عادت تھی ”نمونہ پیش کیا ہے“۔ ایک روز وہ بازار سے جا رہے تھے کسی صاحب سے ٹکرا گئے۔ وہ صاحب جل کر بولے ”یہ کیا بدتمیزی ہے؟“۔
انہوں نے فوراً کہا: ”نمونہ پیش کیا ہے“۔

☆☆☆

قوال

ایک دوست (دوسرے سے): یار یہ قوالی کرنے والے قوالی کے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر کیوں رکھ لیتے ہیں؟۔
دوسرا دوست: تاکہ وہ اپنی آواز خود نہ سن سکیں۔

☆☆☆

خیریت

ایک شخص کو مذاق کی بڑی عادت تھی۔ انہوں نے ایک دن اپنے دوست کو خط میں بس ایک جملہ لکھ بھیجا۔ ”میں خیریت سے ہوں“۔
جواب میں انہیں ایک بھاری لفافہ موصول ہوا۔ انہوں نے لفافہ کھولا تو اندر سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا تھا۔ ”آپ کی خیریت جان کر میرے دل سے یہ بھاری پتھر ہٹ گیا“۔

☆☆☆

ٹرین

آرٹ ٹیچر (بچوں سے): بچو آرٹ کی کاپی پر ٹرین بناؤ میں بس پانچ منٹ میں آئی۔ دس منٹ بعد ٹیچر آئیں اور بچوں کی کاپیاں چیک کیں۔ بچوں کی خالی کاپیاں دیکھ کر ان سے پوچھا: ٹرین کہاں ہے؟۔
بچوں نے معصومیت سے جواب دیا: ٹیچر آپ لیٹ ہو گئیں، ٹرین پانچ منٹ پہلے ہی چلی گئی۔

☆☆☆

چور

ایک چور سے ملنے اس کا دوست جیل پہنچا اور پوچھا۔ تم سے کیا غلطی ہوئی کہ یہاں آ پہنچے؟۔
چور: یار میں نے بنک لوٹا تھا اور وہیں پیسے گننے بیٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

مرچیں

ایک پاگل: دوسرے سے: اگر ہم چائے میں مرچیں ڈال دیں تو کیسا لگے گا؟۔
دوسرا پاگل: ارے بیوقوف! یہ کوئی حلوہ ہے جو ہم اس میں مرچیں ڈالیں۔

☆☆☆

پسند

دکاندار عورت کو کپڑے دکھا دکھا کر تھک گیا تو بولا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو کوئی کپڑا پسند نہیں آیا۔
عورت: کوئی بات نہیں۔ میں تو ویسے بھی سبزی لینے آئی تھی۔

☆☆☆

ڈرائیونگ ٹیسٹ

شوہر (بیوی سے): آج تمہارا ڈرائیونگ ٹیسٹ تھا اس کا کیا نتیجہ آیا؟۔
بیوی: ٹیسٹ لینے والا زخمی حالت میں ہسپتال پڑا ہے۔ اسے ہوش آئے گا تو نتیجہ پتا چلے گا۔

☆☆☆

چوائس

ائر ہوسٹس (مسافر سے) آپ کھانا کھائیں گے؟۔
مسافر: چوائسز میں کیا کیا ہے؟۔
ائر ہوسٹس: ہاں یا نہیں۔

☆☆☆

دکان

پہلا آدمی کل میں نے ایک پرچون کی دکان کھولی اور پولیس مجھے پکڑ کر لے گئی۔
دوسرا آدمی: (حیرانگی سے) لیکن کیوں؟۔
پہلا آدمی: کیونکہ میں نے وہ دکان تالا توڑ کر کھولی تھی۔

☆☆☆

کنجوس

کنجوس شخص بیٹھا بادام کھا رہا تھا۔
بیوی: ذرا مجھے بھی چکھائیں۔
کنجوس نے ایک بادام دے دیا۔
بیوی: بس ایک ہی بادام؟۔
کنجوس: ہاں! باقی سب کا ذائقہ بھی اسی کے جیسا ہے۔

☆☆☆

خرگوش اور کچھوا

ایک خرگوش بم لے کر چڑیا گھر میں گھس گیا اور آواز لگائی۔ تم سب کے پاس ایک منٹ ہے یہاں سے نکلنے کیلئے
کچھوا بولا: واہ کمینے واہ! سیدھی طرح بول کہ ٹارگٹ میں ہی ہوں۔

☆☆☆

جھوٹ

ایک آدمی بھاگتے ہوئے شیدے کے پاس آیا اور بولا: جلدی آؤ تمہارے گھر میں بارش کا پانی گھس گیا ہے۔
شیدا: کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ گھر کی چابی تو میرے پاس ہے۔

☆☆☆

پھول بڑا مقبول
انعامات کی برسات

سائنس کی دنیا

سوال ....

....

....

نام .... ولدیت: ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

جوابات کوئز کی دنیا

1.......... 2.......... 3..........

4.......... 5..........

نام .... ولدیت: ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

صفحہ بتایئے

یہ ہیں صفحات کے نمبر:

1-.......... 2-.......... 3-.......... 4-.......... 5-..........

نام .... ولدیت: ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

پھول فورم

تصویر

نام ....

تاریخ پیدائش ....

مشاغل ....

مستقبل کے ارادے ....

''پھول'' نے آپ میں کیا تبدیلی پیدا کی ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

زبردست جملہ

جملہ ....

....

نام .... ولدیت: ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

بہترین کہانی

کہانی .... مصنف ....

نام: .... ولدیت: ....

مکمل پتہ: ....

فون نمبر ....

جوابات دارالسلام کوئز

نام: .... ولدیت: ....

مکمل پتہ: ....

....

فون نمبر ....

(جوابات الگ کاغذ پر لکھ کر کوپن کے ہمراہ بھجوائیں)

- ہر سلسلے کیلئے الگ الگ کوپن پُر کرنا اور ہر کوپن میں نام و مکمل پتہ لکھنا ضروری ہے۔ فون نمبر لکھنا ضروری نہیں۔
- کوپن کاٹ کر الگ الگ کر کے بھجوائیں البتہ تمام کوپن ایک ہی لفافے میں بھجوائے جا سکتے ہیں۔
- کوپن ہر ماہ کی 10 تاریخ تک مل جانے چاہئے ورنہ قرعہ اندازی میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔
- جوابات کیلئے کوپن پر جگہ کم ہو تو الگ صفحہ استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن کوپن ہمراہ بھجوانا ضروری ہے۔

کوئز کی دنیا

1۔ دنیا کا سب سے چھوٹا پھول کونسا ہے؟۔

2۔ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ کونسا ہے؟۔

3۔ سب سے پہلے چاند پر قدم کس نے رکھا؟۔

4۔ خشکی کا سب سے بڑا جانور کونسا ہے؟۔

5۔ بیکٹر یا کیا ہے؟۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

تحزین طاہر

ایمن کائنات (ڈی جی خان)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، نور فاطمہ طارق (لاہور)، اُشنا مجید (فیصل آباد)، محمد ابراہیم قاضی (راولپنڈی)، مرزا تیمور بیگ (حیدرآباد)، سید طلحہ افضال گیلانی (بہاولنگر)، لویزا جمیل (خان پور)، کاشف نعیم (فتح جنگ)، عروج طارق (عظیم ٹاؤن)، فاریہ طارق (خانیوال)، حمنہ محمود (بنگلہ روڈ)، محمد بلال منشاء (لاہور)، مریم بنت کاشف (حیدرآباد)، زین عبداللہ (اٹک)، محمد اذان (اٹک)، ماریہ مختار (نور پور سیٹھی)، محمد صلاح الدین (کوٹ ادو)، سید محمد معین المصطفیٰ عزیز (وہاڑی)، محمد حبیب الرحمٰن (جھنگ صدر)، سارہ امام (راولپنڈی)، ملک محمد راغب الرحمٰن (خانیوال)، محمد الریان (گجرات)، احمد رضا (گجرات)، سعدیہ عابد (شیخوپورہ)، محمد اسد شاہد (چشتیاں)، فریدہ رفیق (بہاولنگر)، مہر قاسم رضا (خانیوال)، محمد سالار (گوجر خان)، صبیحہ حافظ (چنیوٹ)، امان اللہ عزیز (میانوالی)، محمد عمر فاروق (ملتان)، محمد حذیفہ بھٹہ (گجرات)، محمد عکاشہ طالب (گجرات)، محمد بلال ظفر (گوجرانوالہ)، شکیبہ (حافظ آباد)، سمیع اللہ (جڑانوالہ)، علقمہ نجم (قصور)، شہریار (لندن)، حفصہ گوہر (گوجرانوالہ)، ملیحہ شہباز (وہاڑی)، فصیح اشفاق (گوجرانوالہ)، مریم یونس (مظفرگڑھ)، سیدہ سائرہ سکندر (کراچی)، سونیا کنول (لیہ)، محمد سلمان صدیق (وہاڑی)، محمد یوسف (وہاڑی)، عیشہ عمران (فیصل آباد)، ندا نذیر (دیپالپور)، سید طاہر اسلم ہاشمی (قصور)، محمد معاذ مکی مصطفوئی (بہاولپور)، مسفرہ علی (خوشاب)، لائبہ مقبول (منڈی بہاؤالدین)، ابتسام نعیم (شیخوپورہ)، کنول مقصود (ملتان)، زمرد رحمٰن (ظفروال)، لائبہ خان (بہاولپور)، عبدالرحمٰن طاہر (سیالکوٹ)، ماریہ جاوید (آزاد کشمیر)، عنیزہ دانش (چکوال)، حافظ صبغت اللہ (گوجرانوالہ)، محمد عمران ساجد (ملتان)، محمد طلحہ محمود (مخدوم پور)، حفیظ اللہ قیصرانی (ڈی جی خان)، حافظ غلام مصطفیٰ محمد معروف (گوجرانوالہ)، عمیر حق (فیصل آباد)، محمد طارق عاصم (جڑانوالہ)، محمد عدیل احمد (لندن)، شفق نور (راولپنڈی)، عالم شیر (ساہیوال)، مغیث ضیاء (لاہور کینٹ)۔

انعامات کی برسات

صفحہ بتایئے

1۔ ایمن کائنات...... ڈی جی خان

2۔ ملک محمد احسن...... راولپنڈی

3۔ نور فاطمہ طارق...... لاہور

4۔ اُشنا مجید...... فیصل آباد

5۔ محمد ابراہیم قاضی...... راولپنڈی

صفحہ بتایئے۔ درست جوابات

(i) 8 (ii) 32 (iii) 42

(iv)50 (v)62

دارالسلام کوئز

1۔ لائبہ خان...... بہاولپور

2۔ کشف الدجیٰ...... ملتان

3۔ محمد بلال ظفر...... گوجرانوالہ

4۔ امبساط عدل...... کراچی

5۔ ایمان حیدر...... کاموکی

دارالسلام کوئز۔ درست جوابات

(i) آٹھ ماہ کی عمر میں (ii) سات دن بعد (iii) آگرہ (iv) فارس (v) ٹرٹل

زبردست جملہ

1۔ فریدہ رفیق...... چشتیاں

نظم و ضبط کا کبھی ساتھ نہ چھوڑنا
پانی سے پھسلتے ہوئے بھی لائن نہ توڑنا

2۔ محمد طارق عاصم...... جڑانوالہ

کرو قدر اس کی قدرتی سوغات ہے پانی
کسی کے لئے موت تو کسی کے لئے حیات ہے پانی

3۔ محمد طلحہ محمود...... پھوڑاں

میں اکیلا نکلا تھا جناب منزل مگر
لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

4۔ عالیہ فاطمہ...... کوٹ ادو

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

5۔ محمد اویس عامر...... ملتان

چھتریوں کی مستیوں سے دھوم مچا رہے ہیں
گلزار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں

تین بہترین کہانیاں

نام: ننھے سراغ رساں لکھاری: مسعود احمد برکاتی

نام: غصہ حرام ہے لکھاری: ابن نیاز

نام: راز کی تلاش لکھاری: مدیحہ ادریس

مسرت کلانچوی، نذیر انبالوی اور عارف عثمان اس مقابلے میں شامل نہیں ہوتے ان کے نام نہ لکھا کریں۔

کوئز کی دنیا

1۔ عائشہ شہباز...... وہاڑی

2۔ عشنا الحق...... فیصل آباد

3۔ مریم یونس...... مظفرگڑھ

4۔ انعم سعید...... سیالکوٹ

5۔ راحت احمد...... میاں چنوں

کوئز کی دنیا کے درست جوابات

(i 1) شیر (ii) کارڈیوگراف (iii) برازیل (iv) ارسطو (v)
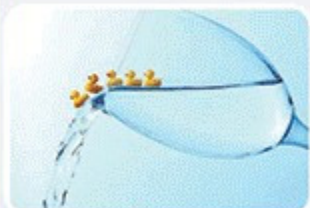
فروری 2018ء میں شائع ہونے والے زبردست جملہ کی تصویر

مقابلے میں حصہ لینے والے تمام لکھاری اپنی تحریروں کے شروع میں واضح طور پر مقابلے کا نام لکھا کریں اور تحریر کے آخر میں مکمل نام، ولدیت، پتہ لکھا کریں۔

اس ماہ کے جملے

1۔ پاکستان کا قومی ترانہ بھی سفید سنگِ مرمر پر کندہ کیا گیا ہے۔

2۔ لفظ ''پاکستان'' فارسی بھی ہے اور اردو بھی۔

3۔ یاد رکھو! دلوں کا اطمینان اور سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔

4۔ مسلمان مصیبت میں گھبرایا نہیں کرتا۔

5۔ بانی پاکستان محمد علی جناحؒ تو اُسے دل کی دھڑکن سے بھی زیادہ عزیز تھے۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

اوپر جو پانچ جملے دیے گئے ہیں وہ ''پھول'' کے مختلف صفحات پر موجود ہیں۔ وہ پانچ جملے تلاش کریں اور ''پھول'' میں موجود کوپن پر ان صفحات کے نمبر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوا دیں اور بچوں کے لئے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں شائع کرنے والے ادارے ''بچوں کا کتاب گھر'' کی طرف سے قرعہ اندازی کے ذریعے پانچ خوش نصیبوں کو ملیں گی 200 روپے کی کتب ہر ماہ۔

جوابات ماہنامہ ''پھول'' 23 کوئنز روڈ لاہور کے پتے پر بھجوائیں۔

نوٹ: تمام انعامات نام شائع ہونے کے دو ماہ بعد بھجوائے جاتے ہیں۔

وزیر نے سب کو لاجواب کردیا کیونکہ.......

منحوس کون؟

ایک بادشاہ اپنے وزیروں مشیروں کے ساتھ دربار میں موجود تھا کہ کالے رنگ کے ایک آنکھ والے آدمی کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لوگوں کو شکایت تھی کہ یہ ایسا منحوس ہے کہ جو صبح سویرے اس کی شکل دیکھ لیتا ہے اسے ضرور کوئی نہ کوئی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لہٰذا اسے ملک سے باہر نکال دیا جائے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بادشاہ نے کہا، کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے میں خود تجربہ کروں گا اور کل صبح سب سے پہلے اس کی صورت دیکھوں گا پھر کوئی دوسرا کام کروں گا۔

اگلے دن جب بادشاہ بیدار ہوا اور خوابگاہ کا دروازہ کھولا تو وہی ایک آنکھ والا آدمی سامنے کھڑا تھا۔ بادشاہ اس کو دیکھ کر واپس پلٹ آیا اور دربار میں جانے کیلئے تیار ہونے لگا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد جونہی بادشاہ نے جوتے میں اپنا پاؤں ڈالا اس میں موجود زہریلے بچھو نے ڈنک مار دیا۔ بادشاہ کی چیخیں بلند ہوئیں تو خدمتگار بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچے، زہر کے اثر سے بادشاہ کا سرخ وسفید چہرہ نیلا پڑ چکا تھا۔

محل میں شور مچ گیا کہ بادشاہ سلامت کو بچھو نے کاٹ لیا۔ چند لمحوں میں وزیر خاص بھی پہنچ گئے ہاتھوں ہاتھ شاہی طبیب کو طلب کرلیا گیا جس نے بڑی مہارت سے بادشاہ کا علاج شروع کردیا۔ جیسے تیسے بادشاہ کی جان تو بچ گئی لیکن اسے کئی روز بستر علالت پر گزارنا پڑے۔ جب طبیعت ذرا سنبھلی اور بادشاہ دربار میں بیٹھا تھا تو ایک آنکھ والے آدمی کو دوبارہ پیش کیا گیا تاکہ اسے سزا سنائی جائے۔ کیونکہ شکایت کرنے والوں کا کہنا تھا کہ اب اس کے منحوس ہونے کا تجربہ خود بادشاہ سلامت کر چکے ہیں۔

وہ شخص رو رو کر رحم کی فریاد کرنے لگا کہ مجھے میرے وطن سے نہ نکالا جائے۔ یہ دیکھ کر ایک وزیر کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے بادشاہ سے بولنے کی اجازت لی اور کہنے لگا۔ ''بادشاہ سلامت! آپ نے صبح صبح اس کی صورت دیکھی تو آپ کو بچھو نے کاٹ لیا۔ اس لئے یہ منحوس ٹھہرا لیکن معاف کیجئے گا کہ اس نے بھی صبح سویرے آپ کا چہرہ دیکھا تھا جس کے بعد سے یہ اب تک قید میں تھا اور اب شاید اسے ملک بدری کی سزا سنا دی جائے تو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ منحوس کون؟ یہ شخص یا آپ؟''۔

یہ سن کر بادشاہ لاجواب ہوگیا اور ایک آنکھ والے کالے آدمی کو نہ صرف آزاد کردیا بلکہ اعلان کروایا کہ آئندہ کسی نے اس کو منحوس کہا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

☆☆☆

وہ ہر وقت پریشان رہتا تھا کیونکہ......

دلوں کا سکون

ضیاء اللہ مروت

سلیم انتہائی مالدار آدمی تھا۔ اس کے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہیں تھی بلکہ دنیا کی ہر سہولت اس کے پاس وافر مقدار میں موجود تھی۔ ملازم ہمہ وقت خدمت میں لگے رہتے، سب کچھ موجود تھا لیکن پھر بھی ایک چیز کا فقدان تھا۔ وہ دل کا سکون تھا۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اس کا دل غمگین، افسردہ اور پریشان رہتا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور رہتی تھی۔ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اس کی راحتیں، خوشیاں اور سکون بالکل اڑ چکا تھا۔

ایک غریب آدمی جس کے پاس ظاہری مال و دولت کچھ بھی نہ ہو۔ اس کا وقت بھی گزر رہا ہے اور مال دار جس کے پاس مال و دولت کی بہتات ہے اس کا وقت بھی گزر رہا ہے اگر ان دونوں سے پوچھا جائے کہ کون زیادہ سکون اور راحت میں ہے؟ تو یقیناً غریب شخص زیادہ سکون اور آرام میں ہوگا۔ اس کو دو وقت کی روٹی مل جائے گویا سب کچھ مل گیا۔ اس کے برعکس مال دار شخص سب کچھ ہونے کے باوجود بھی وہ پریشان رہتا ہے اور ہر وقت مال بڑھانے کی حرص میں مبتلا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دلوں کا سکون اور اطمینان اپنے پیارے دین میں رکھا ہے۔ جو دین کے احکامات کو اپنائے گا، کامیاب ہوگا، پرسکون اور مطمئن ہوگا اور خوش و خرم رہے گا۔ مال سے انسان نرم بستر تو خرید سکتا ہے لیکن نیند آرام اور سکون نہیں خرید اجا سکتا۔ لہٰذا مال و دولت کو سب کچھ نہیں سمجھنا چاہئے۔ سکون و اطمینان تو صرف اور صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ''یاد رکھو! دلوں کا اطمینان اور سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے''۔

☆☆☆

بہار کا موسم

پون چلے، ہریالی جھومے
دھرتی کو جھک جھک کر چومے
کوئل کی ہے کوک پیاری
سب سے انوکھی سب سے نیاری
باغ میں بھنورا گھوم رہا ہے
کلیوں کا منہ چوم رہا ہے
پنچھی خوشی سے چہک رہے ہیں
غنچے ہر سو مہک رہے ہیں
نیلے پیلے پھول کھلے ہیں
آپس میں ہنس ہنس کر ملے ہیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں
خوشیوں کا پیغام ہیں لائیں
بوٹا، بوٹا، پتا پتا
گلشن کا گلشن ہے نکھرا
ہر ڈالی ہر شاخ ہے رقصاں
ہر غنچہ ہر پھول ہے شاداں
سبزہ اور ہریالی ہر سو
پھیلی ہے ہر جانب خوشبو
باغ میں طائر بول رہے ہیں
کانوں میں رس گھول رہے ہیں
رونق سی بازاروں میں ہے
دیکھو اجلی اجلی ہر شے
بچے، بوڑھے آتے جاتے
دیکھ رہا ہوں میں کھڑکی سے
باغ کی ہر شے کتنی حسیں ہے
جانے نیر کیوں غمگین ہے

امان اللہ نیر شوکت ۔ لاہور

☆☆☆

زمانے میں اونچا ہو پرچم ہمارا

قرار دادِ پاکستان 23 مارچ 1940ء کو منظور ہوئی تھی اور پاکستان کے قیام کے اعلان 14 اور 15 اگست 1947ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو جو ہجری حساب سے 27 رمضان المبارک 1366ھ کی شب تھی، ہوا تھا)

وطن پاک اپنا ہمیں دل سے پیارا
اسے دستِ قدرت نے کیسا سنوارا!
وطن کی محبت دلوں میں ابھارو
جناح اور لیاقت نے اس کو نکھارا
زمانے میں اونچا ہو پرچم ہمارا
رہے چاند روشن تو چمکے ستارہ
شب قدر میں رب نے ہم کو دیا تھا
ہوئے ہم ہیں آزاد، مژدہ ملا تھا
یہ لازم ہے، اس کی کریں ہم حفاظت
منور ہو ایماں سے ہم سب کا ماتھا!
زمانے میں اونچا ہو پرچم ہمارا
رہے چاند روشن تو چمکے ستارہ
تعصب کا نام و نشان تک مٹا دو
اخوت کے گل اس چمن میں کھلا دو
لڑائی مٹا کر بنو بھائی بھائی
سنو پھول کا نغمہ سب کو سنا دو
زمانے میں اونچا ہو پرچم ہمارا
رہے چاند روشن تو چمکے ستارہ

تنویر پھول......نیویارک

☆☆☆

کھانے کے آداب

کھانے کو جب جاؤ
ہاتھ اپنے دھو آؤ
بسم اللہ پڑھنے کی
عادت تم اپناؤ
بھوک لگے جب تم کو
تب ہی کھانا کھاؤ
کھانا ٹھنڈا کر کے
کھاؤ برکت پاؤ
کھانا لیتے دیتے
دایاں ہاتھ بڑھاؤ
ایسی اچھی باتیں
سب کو تم بتلاؤ

☆☆☆

جھوٹ سے بچو

جھوٹ برا ہے جھوٹ برائی
جھوٹ ہمیشہ سے رسوائی
جھوٹ گناہ ہے سب یہ جانو
سچ سے مومن کو پہچانو
سچ کو جو بھی اپنائے گا
سچا، اچھا کہلائے گا
سچ سے پاؤ رب کی قربت
جھوٹے سے ہے رب کو نفرت
خوشبو خوشبو بکھری جائے
سچ ہی جیون کو مہکائے
جس نے سچ کو پیچھے ڈالا
اُس کا جھوٹ کرے منہ کالا
اس سے اپنا آپ بچاؤ
عالم جھوٹا نہ کہلاؤ

وسیم عالم

☆☆☆

پھول کتاب گھر

تبصرے کے لئے دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

مدثر مرزا

اچھی کتابوں کا انتخاب اور والدین کے لئے ایک مسئلہ ہوتا ہے، ہم آپ کی مشکل آسان کئے دیتے ہیں۔ ہم ہر ماہ آپ کے لئے بہترین کتابوں کا انتخاب پیش کریں گے۔

خود پڑھئے دوسروں کو تحفہ دیجئے

نام کتاب...... تباہ کن معاشرتی برائیاں اور علاج
تالیف...... مولانا فاروق احمد

قیمت ...... درج نہیں۔ ناشر ...... مکتبہ اسلامیہ 26 گراؤنڈ فلور، حلیمہ ہادیہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 042-37244973

کسی بھی معاشرے کی بقا کا دارومدار اعلیٰ اخلاقی اقدار پر ہوتا ہے لیکن جو معاشرے اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ معاشرے تباہی اور پستی کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ صرف معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ ان کا علاج بھی تجویز کیا گیا ہے۔ ان معاشرتی برائیوں میں منصب کی خواہش، تصویر بنانا اور بنوانا، مدح سرائی، چغل خوری، غیبت، حسد، دوغلا پن، سوئے ظن، قطع تعلق اور قول و فعل میں تضاد وغیرہ شامل ہیں۔ ان معاشرتی برائیوں میں مبتلا افراد کیلئے قرآن و حدیث میں موجود وعیدیں اور سزائیں بھی بیان کردی گئی ہیں تاکہ اپنا محاسبہ کرکے ان برائیوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تاکید کریں۔

نام کتاب...... مجھے ہے حکم اذاں
تالیف...... زاہدہ تسنیم

قیمت ...... 500 روپے۔ ناشر ...... جامعہ عائشہ اللبنات 149/E9 عارف والا۔ فون ...... 0457-55076، 0300-6941070

زاہدہ تسنیم عارف والا میں جامعہ عائشہ اللبنات چلا رہی ہیں۔ گاؤں میں ایک کمرے سے آغاز ہوا اور اب یہ ایک بڑا ادارہ ہے جو بیس سال سے طالبات کو دینی تعلیم سے آراستہ کررہا ہے۔ 80 طالبات ہاسٹل میں رہتی ہیں جن کے قیام و طعام اور تعلیم کا خرچ ادارہ برداشت کرتا ہے۔ 10 اساتذہ ہیں تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے کرم اور مخیر حضرات کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں اہم اخلاقی اور سبق آموز واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعات گہرے غور و فکر کے متقاضی ہیں ان کے مطالعے سے خود احتسابی کا جذبہ اور آگے بڑھنے کی لگن پیدا ہوتی ہے۔ جامعہ سے مالی تعاون کے لئے یہ کتاب زیادہ سے زیادہ خرید کر تقسیم کرنی چاہیے۔

نام کتاب...... مقالات اویسیہ
مرتبہ...... علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی

قیمت ...... درج نہیں۔ ناشر ...... تحریک اویسیہ پاکستان۔ دربار اویسیہ علی پور چٹھہ شریف۔ فون 0300-6491308

علامہ پیر محمد تبسم اویسی معروف عالم دین ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ جبکہ درس نظامی اور ایم اے عربی و اسلامیات کیا۔ وہ کئی دینی جماعتوں کے عہدیدار ہیں اس کتاب کے علاوہ ان کی تین کتب شائع ہو چکی ہیں۔ آپ ایک دینی رسالہ بھی بارہ سال سے شائع کررہے ہیں۔ ملک کے تمام بڑے اخبارات و رسائل میں انکے مذہبی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ آپ کا تعلق نارووال سے ہے جو مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات کے حوالے سے مشہور ہے۔ زیر نظر کتاب آپ کے مقالات پر مشتمل ہے۔ چند موضوعات یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ کی عظمتیں، ذکر اللہ سکون قلب کا ذریعہ، فرائض نماز اور روحانی فوائد، سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے، نماز میں صف بندی کی فضیلت، روزہ تزکیہ نفس کا ذریعہ، نظام زکوٰۃ و عشر کی افادیت و اہمیت، حج کے احکام و مسائل، درود شریف ذریعہ سعادت دارین اور دیگر کئی موضوعات پر مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نفس کی تطہیر کے لئے اس کتاب کا مطالبہ مفید ہے۔

نام کتاب...... مکاتیب قائداعظم محمد علی جناحؒ
مرتب...... ڈاکٹر ندیم شفیق ملک

قیمت...... 600 روپے۔ ناشر...... علم و عرفان پبلشرز۔ الحمد مارکیٹ، 40 اردو بازار، لاہور۔ فون...... 042-37352332

ڈاکٹر ندیم شفیق ملک اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود علم و ادب اور سماجی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ اس سے قبل بھی ان کی مفید کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ زیر نظر کتاب ان خطوط پر مشتمل ہے جو قائداعظم محمد علی جناح نے 1937ء سے 1946ء تک مختلف رہنماؤں اور کارکنان کو لکھے۔ یہ خطوط "لیٹرز فرام قائداعظم" کے نام سے محترمہ سعدیہ راشد، رضوان احمد، انصار زاہد خان نے مرتب کئے اور بیت الحکمت ہمدرد یونیورسٹی کراچی نے 2004ء میں شائع کئے تھے۔ اب پہلی مرتبہ ان خطوط کا عکس اور اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ یہ ایک اہم خدمت ہے۔ اس کتاب سے پاکستانیوں کی بڑی تعداد استفادہ کرسکے گی اور یہ جان پائے گی کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت نے مسلمانان ہند کے مجبور و محکوم مسلمانوں میں کس طرح امید کی کرن پیدا کردی جس سے وہ دل و جان سے تحریک پاکستان میں شامل ہوگئے۔ ان خطوط سے قائداعظمؒ کی اصول پسندی بھی واضح ہوتی ہے۔ کتاب کا انتساب شہید پاکستان حکیم محمد سعیدؒ کے نام کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مرتب، مترجم اور ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نام کتاب...... جنت کا باغ
مصنف...... ڈاکٹر زاہد منیر عامر

قیمت...... 200 روپے۔ ناشر...... تناظر مطبوعات۔ برائے رابطہ۔ طارق مجید شعبہ اردو، اورنٹیل کالج۔ علامہ اقبال کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ فون...... 0322-4068902

ڈاکٹر زاہد منیر عامر معروف محقق، شاعر، اقبال شناس، کالم نگار اور استاد ہیں۔ 25 نومبر 2016ء میں ان کی والدہ
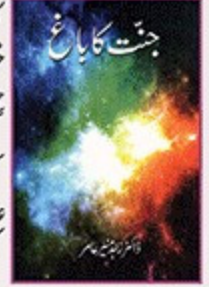
کا انتقال ہوگیا۔ والدین خاص طور پر والدہ کی دائمی جدائی ایسا سانحہ ہے جس پر بھی گزرا اسے ہلا کر رکھ دیا۔ اس کتاب میں ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے اپنی والدہ ''امی جی'' کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کی خدا ترسی، عمدہ اخلاقی تربیت، سادگی، فہم ودانش کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اس کتاب سے ڈاکٹر زاہد منیر عامر کا خاندانی پس منظر، بزرگوں کی عادات واطوار اور تعلیمات وتربیت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ والدین کی تربیت کا سب سے عمدہ نمونہ ان کی اولاد ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے مل کر ثابت ہوجاتا ہے کہ ان کی تربیت بہت اچھی ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں...... ''زندگی کی پہلی سانس سے بھی پہلے جو تعلق قائم ہوا تھا، زندگی اس کی خوشبو سے مہکتی رہی اور دن گزرتے رہے۔ اس خوشبو کے بغیر زندگی کا کوئی روپ تھا نہ تصور لیکن یہ کیا کہ گذشتہ برس پھولوں کی یہ مالا بکھر گئی، دعاؤں کا چراغ بجھ گیا، وہ باغ جو ہر موسم میں سرسبز رہا ویران ہوگیا اور زندگی کا صحرا سسکنے لگا۔ ایسے میں بہتے آنسوؤں نے الفاظ کا روپ اختیار کیا تو جنت کا باغ نگاہوں پر ابھر آیا۔ اب یہ باغ خوانندگان کرام کے سامنے ہے، ہوسکتا ہے اس باغ میں میری ہی نہیں آپ کی کہانی بھی مہک رہی ہو''۔ یقیناً یہ کہانی ہر اس شخص کی ہے جو اپنی والدہ سے محروم ہوگیا۔

نام کتاب:۔ اصطلاحات ادبی
مصنف:۔ ڈاکٹر تنویر حسین

قیمت:250روپے۔ ناشر:۔ علمی کتاب خانہ۔ کبیر سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37353510

ڈاکٹر تنویر حسین اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے شعبہ اردو میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور معروف مزاح نگار ہیں۔ ان کے کالم روزنامہ ''نوائے وقت'' اور دیگر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے طنزیہ و مزاحیہ کالم قارئین میں بہت مقبول ہیں۔ ان کی دس دیگر کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں جن میں طنزومزاح اور تدریس کے حوالے سے کتب شامل ہیں۔ ایم اے کی سطح پر بھی ان کی کتب مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

بہت سے طالب علم ادبی اصطلاحات سے ناواقف ہوتے ہیں یا ان کا مفہوم نہیں سمجھ پاتے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اصطلاحات، ان کا مفہوم اور پس منظر واضح ہوجاتا ہے۔ اصطلاحات مثلاً آرکی ٹائپ، سانیٹ، قنوطیت، بلاغت، آفاقیت، وجدان، اپی کیوریت، کلاسیکیت، ساختیات وغیرہ کی عمدہ طریقے سے وضاحت کی گئی ہے۔ اردو ادب کے طالب علموں کے لئے یہ کتاب مفید ہے۔

نام کتاب:۔ اردو میں لسانی تحقیق
مصنفہ:۔ فائزہ بٹ

قیمت:۔ 800 روپے۔ ناشر:۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ 25 سی لوئر مال لاہور۔ فون:۔0333-4182396

مغربی پاکستان اردو اکیڈمی مالی وسائل کے اعتبار سے کوئی بڑا ادارہ نہیں ہے لیکن اپنے کام اور روایت کے لحاظ سے ایک بڑا ادارہ ہے۔ آغاز سے ہی تحقیقی اور علمی کتابوں کی اشاعت اس کا مقصد اولین ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ زکریا کی زیر نگرانی یہ ادارہ اہم اور معیاری تحقیقی مقالات کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے۔ اس وقت یونیورسٹیوں میں بڑی تعداد میں اعلیٰ ڈگریاں دی جارہی ہیں لیکن اس بہتات کی وجہ سے تحقیق کا معیار کم ہوا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ زکریا صاحب نے اعلیٰ معیار کے پیش نظر اس مقالے کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ فائزہ بٹ کنیئرڈ کالج برائے خواتین لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ ان کا مقالہ فراہمی مواد، ترتیب ابواب، علمی اسلوب تحریر اور استنباط نتائج کے اعتبار سے معیاری تحقیقی کام کی ذیل میں آتا ہے۔ 722 صفحات مشتمل یہ مقالہ طالب علموں ہی نہیں اساتذہ کے لئے بھی مفید ہے۔
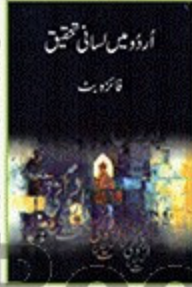
نام کتاب:۔ ہتھ جوڑی
مصنف:۔ حاجی محمد لطیف کھوکھر

قیمت:۔ 400 روپے۔ ناشر:۔ وفائے پاکستان پبلشرز۔ مکان نمبر25، گلی نمبر13، کاردار پارک، مومنی روڈ، لاہور۔ فون:۔0321-4142662

حاجی محمد لطیف بچوں اور بڑوں کے ادیب ہیں۔ نثر اور شاعری دونوں پر طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد دس ہے۔ ان کے بھائی اقبال راحت بھی معروف شاعر تھے۔ حاجی لطیف کھوکھر کا یہ اردو اور پنجابی شاعری کا مجموعہ ہے یوں انہوں نے ماں بولی کا حق ادا کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ کتاب میں حمد، نعت، سلام اور نظمیں شامل ہیں۔ وہ بڑوں کیلئے لکھتے ہیں تو اسی معیار کو پیش نظر رکھتے ہیں لیکن جب بچوں کے لئے لکھتے ہیں تو ان کی ذہنی سطح تک اتر کے شاعری کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری بچوں اور بڑوں دونوں میں مقبول ہے۔ وہ مختلف تقریبات کا انعقاد بھی کرتے ہیں۔ اردو ادب کے فروغ کے لئے ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔

نام کتاب:۔ وَن سونیاں ونگاں
شاعر:۔ انور ملک

قیمت:۔400 روپے۔ ناشر:۔ مکالمہ تنظیم۔ مکان نمبر 40D' گلی نمبر3 مچھلی چوک اوکاڑہ۔ فون:۔0308-6252593

یوں تو پاکستان بلکہ پنجاب میں بھی پنجابی زبان وادب کو اس کا اصل مقام نہیں ملا۔ لیکن کچھ عرصے سے پنجابی زبان میں کئی کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں اور ادبی تقریبات بھی منعقد ہورہی ہیں جو کہ خوش آئند ہے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے ہر سال پنجابی زبان میں شائع ہونے والی کتابوں پر انعامات سے بھی ادیبوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ انور ملک پنجابی زبان کے مشہور شاعر اور ادیب ہیں۔ انہوں نے اردو میں بھی شاعری کی ہے لیکن ان کا زیادہ کام پنجابی زبان میں ہے۔ ان کی اردو غزلوں کا ایک مجموعہ ''موج ساگر'' کے نام سے شائع ہورہا ہے۔ لیکن پنجابی زبا میں ان کی پانچ کتابیں جیون چکی' رانجن راہواں' دماں دی سانجھ' تانگھ دی کربل اور ون سونیاں ونگا شائع ہوچکی ہیں۔ آخرالزکر کتاب مکتبہ فجر نے نہایت اہتمام سے شائع کی ہے اور 15/6 فضل سٹریٹ' پنج پیر روڈ' نیو مزنگ لاہور فون 0301-4492133 سے بھی منگوائی جاسکتی ہے۔ اس کتاب میں حمد' نعت' نعت قوالی' منقبت' نظمیں' غزلیں' قطعے اور منتخب اشعار شامل ہیں۔
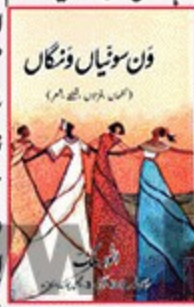
نام کتاب:۔ آخری خواہش
مصنف:۔ اشتیاق احمد

قیمت:۔ 75 روپے۔ ناشر:۔ بچوں کا کتاب گھر۔ ہادیہ حلیمہ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون:۔ 0300-4611953

بچوں کے ادب میں اشتیاق احمد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ انہوں نے سات سو سے زیادہ کالم لکھے۔ انسپکٹر جمشید سیریز بھی بہت مقبول ہوئی۔ ان کا ناول ''آخری خواہش'' بھی محمود فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کا حصہ ہے۔ اس میں جرم وسزا، تجسس، تفتیش، نیکی بدی کا مقابلہ موجود ہے۔ سسپنس اشتیاق احمد کے ناولوں کا خاصہ ہے۔ آگے کیا ہوگا؟۔ یہ جاننے کے لئے قاری دلچسپی سے ناول پڑھتا ہے اور آخر تک پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ ناول ہے۔

☆☆☆

پھول انسائیکلوپیڈیا

فرحان اشرف

اخروٹ

اخروٹ ایک درخت ہے، جس کی کاشت ایشیا اور یورپ میں ہوتی ہے اور موجودہ زمانے میں دنیا میں سب سے کاشت ہونے والا درخت ہے۔ اس درخت کی لمبائی 45 میٹر ہوتی ہے۔ جنگلی درخت کاشت کیے جانے والے درخت سے لمبا اور پتلا ہوتا ہے۔ ایرانی اخروٹ اپریل سے مئی تک کھلتا ہے۔ اس کا پھل اخروٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ درخت بہت سے طبیعی مواد ایسڈ لینولیک، گالیک ایسڈ، الاجیک ایسڈ، کیروٹین، حیاتین ج، حیاتین بی 3، بی 5، بی 6، حیاتین ای، ٹریس عناصر پوٹاشیم، فاسفورس اور میگنیشیم، کا مُفرول پر مشتمل ہے۔ اخروٹ کھانے کی صنعت، طب اور سنگار میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا پھل 70 % چربی مواد، 18 فیصد پروٹین اور 3 فیصد کاربوہائیڈریٹ پر مشتمل ہے، مگر اس اخروٹ سے پودا کا تیل بھی حاصل کرتا ہے۔

ایسٹلین

ایسٹلین ایک بے رنگ اور زہریلی گیس ہے۔ آسانی سے آگ پکڑنے والی یہ گیس کیلشیم کاربائیڈ اور پانی کو ملانے سے بنتی ہے۔ خالص ایسٹلین بے بُو ہوتی ہے لیکن صنعتی پیمانے پر بنائی جانے والی ایسٹلین کی بُو ناخوشگوار ہوتی ہے۔ یہ ایسی ٹون میں آسانی سے حل ہو جاتی ہے لیکن پانی یا الکوحل میں اس قدر حل پذیر نہیں ہے۔ زیادہ دباؤ کے تحت اور کم درجۂ حرارت پر زیادہ آسانی سے حل ہوتی ہے۔ اس گیس کی نقل و حمل سلنڈروں میں کی جاتی ہے۔ ایسٹلین کا سب سے اہم استعمال دھاتوں کو ٹانکا لگانے اور ان کو کاٹنے میں بذریعہ اوکسی ایسٹلین نارچ ہوتا ہے۔ ایسٹلین گیس کے شعلے کا درجہ حرارت 3500 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسٹلین سے وینائل پلاسٹک، مصنوعی ربڑ، ریشے اور بہت سے دیگر نامیاتی کیمیکلز بنائے جاتے ہیں۔

ایڈر

ایڈر ایک زہریلا سانپ ہے، اسے بعض اوقات وائپر بھی کہلاتا ہے۔ یورپ، ایشیاء اور افریقہ میں ایڈر کی کئی انواع پائی جاتی ہیں۔ اس کی لمبائی 0.3 میٹر (ایک فٹ) سے 1.8 میٹر (6 فٹ) تک ہوتی ہے۔

ایڈر اپنے شکار کو ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ اپنے سامنے کے خمیدہ اور کھوکھلے سرنج نما لمبے دانتوں کے ذریعے شکار کے جسم میں زہر داخل کرتا ہے۔ جب اس کا شکار مر جاتا ہے تو یہ اسے سالم نگل جاتا ہے۔ یہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ انڈے سے نکلتے ہی اپنے شکار کو مار سکتا ہے۔ ایڈر سانپ کی جانی پہچانی نوع یورپی وائپر ہے، جو یورپ، ایشیا اور قطب شمالی میں رہتا ہے۔ یہ رات کے وقت شکار کرتا ہے

ائرپورٹ

ائرپورٹ ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں وغیرہ کے اترنے اور پرواز کرنے کے لیے درکار سہولتیں دستیاب ہوتی ہیں۔ ایک ائرپورٹ کو کم از کم ایک رن وے اور ہیلی کاپٹروں کے لیے ہیلی پیڈ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بالعموم یہاں ہینگر اور ٹرمینل جیسی عمارتیں بھی بنائی جاتی

ہیں۔ ائرپورٹوں پر اڈے کی سہولت اور ائرٹریفک کنٹرول کے ساتھ ساتھ مسافروں کو ریستوران، لاؤنج اور ہنگامی خدمات بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ فوجی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے ہوائی اڈے بالعموم ائربیس یا ائرسٹیشن کہلاتے ہیں۔۔ 2005ء میں دنیا میں کوئی پچاس ہزار ائرپورٹ کام کر رہے تھے۔ ان میں سے بیس ہزار ریاست ہائے متحدہ میں تھے۔

برقی مچھلی

ایسی مچھلیاں جنوبی امریکہ اور جنوبی افریقہ کے دریاؤں اور سمندروں میں پائی جاتی ہیں۔ برقی میدان یا الیکٹرک شاک پیدا کرنے والا عضو مچھلیوں کی دم میں پایا جاتا ہے۔ اس عضو سے خارج ہونے والی برقی رو کو الیکٹرک آرگن ڈسچارج کہا جاتا ہے۔ جن مچھلیوں کے عضو سے خارج ہونے والے برقی ڈسچارج ان کے شکار کو سن کر دیتے ہیں انہیں طاقتور برقی مچھلیاں کہا جاتا ہے۔ ان کے ڈسچارج کا زیادہ سے زیادہ وولٹیج 10 سے لے کر 500 وولٹ تک اور برقی رو کی مقدار ایک ایمپیئر ہوتی ہے۔ اس طرح کی مچھلیوں میں برقی بام مچھلی، الیکٹرک فش کیٹ اور الیکٹرک رے نامی مچھلیاں شامل ہیں۔ جن مچھلیوں کے الیکٹرک ڈسچارج کا ایمپلی ٹیوڈ ایک وولٹ سے کم ہوتا ہے۔ انہیں کمزور برقی مچھلیاں کہا جاتا ہے۔ یہ برقی میدان اتنا کم ہوتا ہے کہ کسی شکار کو سن نہیں کر سکتا۔ مچھلیاں بالعموم اسے راستے کی کھوج، اشیاء کی تلاش اور دیگر برقی مچھلیوں کے ساتھ ابلاغ کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

بوزہ مچھلی

بوزہ مچھلی چاندی کے مانند سفید ہوتی ہے اور اس کا تعلق ہیرنگ مچھلی کے کلوپی آئڈی خاندان سے ہے۔ اس کی لمبائی 25 سے 30 سینٹی میٹر (10 سے 12 انچ) تک ہوتی ہے۔ اس کا جسم پتلا اور چوڑا ہوتا ہے۔ اس کی دم میں بہت زیادہ کانٹے ہوتے ہیں۔ بوزہ مچھلی شمالی امریکہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ فلوریڈا سے کیوبیک تک پائی جاتی ہے۔ یہ بلوغت کے دوران یہ سمندروں میں رہتی ہے لیکن انڈے دینے کے لیے تازہ پانی والے دریاؤں میں چلی جاتی ہے۔ امریکہ میں جب سینٹ لارنس اور ہڈسن دریاؤں کو بڑی جھیلوں کے ساتھ ملانے کے لیے نہریں بنائی گئیں تو بوزہ مچھلیاں ان بڑی جھیلوں میں داخل ہو گئیں۔ ان میں سے بہت سی مچھلیاں سمندر کی طرف نہیں تیر سکتیں تھیں۔ ان کو بند پانی کی بوزہ مچھلیاں بھی کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

پاکستان کیسے بنا۔۔۔آنکھوں دیکھا حال

عتیق یوسف ضیاء

ایک مفکر کا قول ہے کہ وہ قوم جو اپنے اسلاف کے کارناموں سے بے خبر ہے وہ اس قابل نہیں کہ دنیا میں زندہ رہے، بدقسمتی سے آج ہمارا حال بھی ایسی قوم جیسا ہے، پاکستان کو بننے کے بعد بگڑنے کے منحوس اور شرمناک دن بھی دیکھنے پڑ رہے ہیں، وہ بچے جنھوں نے تشکیل پاکستان کے وقت دنیا میں آنکھ کھولی اب ستر سال کے بوڑھے ہو چکے ہیں بلکہ ان کے بچے بھی بچوں والے ہو چکے ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ وہ سرزمین مقدس جس پر معرضِ وجود میں آنے والی ریاست نے کروڑوں انسانوں کے مشام جان کو آزادی کی خوشگوار فضاؤں سے مہکایا' اس اَمر کی منتظر ہی رہی کہ اس کے سبزہ زاروں اور چمنستانوں میں خواب غفلت کا شکار لوگوں کو کوئی یہ بتائے کہ تمہیں فراغتِ دامن کی یہ ہوائیں کچھ یونہی میسر نہیں آ گئیں بلکہ انھیں نکہت و نور سے معمور کرنے کیلئے فہم و فراست' محنت و جانفشانی اور عشق و محبت کی انتہائی لگن سے سرشار فرزندانِ ملت نے برہا برس تک جہدِ مسلسل کے ذریعے جاں گسل جدوجہد کی ہے۔

آزادی وہ نعمت ہے جس سے آج ہم بہرہ ور ہیں ایک طویل جنگ کے بعد حاصل کی گئی ہے، یہ ہمارے بڑوں کی محنت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ثمر ہے، کسی کی دی ہوئی خیرات نہیں جیسا کہ اکثر ہندو اور انگریز تاریخ دان یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان حصول پاکستان کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم' اپنی جدوجہد اور حکمت و تدبر کے علاوہ کسی کے بھی زیر بار احسان نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس یہ ہندوؤں کی کانگریس تھی جس نے انگریزوں کی سرپرستی میں جنم لیا اور پرورش پائی، یہ ہندو تھے جنھوں نے پاکستان کے حصے کی دولت اور رقبے کو برطانیہ سے خیرات میں حاصل کیا جو آج بھی ہمارے وجود کو ختم کرنے کیلئے دانت پیس رہے ہیں، جتنی ضرورت آج اس اَمر کی ہے کہ پاکستان کے بچے بچے کے دل پر حصول پاکستان کی جدوجہد کی تاریخ رقم کر دی جائے، پہلے کبھی نہ تھی، انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کے متعلق ہندو بنیے کے کیا عزائم تھے۔ آج ستر سال کا پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک ایٹمی قوت بن کر اُبھرا ہے، ہمیں یہ مت بھولنا چاہئے کہ اس کی بنیادوں میں لاکھوں مسلمان ماؤں بہنوں کی عصمتوں' عفتوں کی قربانیاں اور لاکھوں نوجوان' بچوں اور بوڑھوں کے بے گوروکفن جسموں کا خون شامل ہے۔

یہ دنیا کے نقشے پر ایک معجزہ ہے اور معجزے ختم ہونے کے لیے رونما نہیں ہوتے، تقسیم ہند اور قیام پاکستان بلاشبہ برصغیر کے عظیم لیڈر قائداعظم محمد علی جناحؒ کی فہم و فراست اور عقل و دانش کا عظیم فیصلہ تھا جو کلمہ طیبہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو اپنی مذہبی آزادی کیلئے عطیہ خداوندی کی صورت میں ملا۔ مگر جن حالات میں ملا، جس طرح تقسیم ہند ہوئی اور جس طرح تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت تاریخ میں نقش ہوئی۔ ان واقعات کی یاد تازہ کرنے کیلئے میں نے اُس شخص کو ڈھونڈنا شروع کیا جس نے پاکستان کو اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا ہو۔

گوجرانوالہ کے تاریخی قصبہ قلعہ دیدار سنگھ میں 105 سالہ عبدالحمید خاں سے ملاقات ہوگئی، میری درخواست پر وہ چند لمحے بیتے دنوں کی یاد کیلئے دینے پر آمادہ ہوگئے، پاکستان بنتے وقت وہ 36 سالہ کڑیل جوان تھے، آج بھی ایک ایک لمحہ کسی فلم کی صورت میں ان کے دماغ میں موجود ہے، اس پیرانہ سالی میں ان کی یادداشت ان کا بھرپور ساتھ دے رہی ہے، کانوں سے اونچا سنتے ہیں جس کی وجہ سے میرے سوال اور ان کے جوابات ترجمہ کر کے اُن کا پوتا جمال ناصر مجھے بتا رہا تھا۔

عبدالحمید خان صاحب نے بتایا۔ ''وہ وزیر آباد میں قیام پذیر تھے کہ 1946ء میں کاروبار کے سلسلے میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں یو پی (اُتر پردیش) رام نگر چلے گئے، اس دوران پاکستان بننے کی تحریک عروج پر تھی، پورے ہندوستان میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کا ڈنکا بج رہا تھا' انتہا پسند ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا' بات بات پر مسلمانوں پر حملے معمول بن چکا تھا۔ لوگ اپنے گھروں میں بھی غیر محفوظ تھے، ایک ہی امید کی کرن تھی اور وہ تھی قائداعظم محمد علی جناحؒ کی شخصیت۔ جن کے پیچھے ہندوستان کی پوری مسلم برادری ایک تھی، آخرکار وہ لمحہ آ گیا جب 14

اگست 1947ء کو مسلمانوں کے لئے الگ ریاست ''پاکستان'' کے قیام کا اعلان ہوا، میں کاروباری سلسلے میں اپنے گاؤں رام نگر سے باہر تھا، شور شرابہ، ہلا گلہ شروع ہو چکا تھا، گاؤں واپسی پر راستے میں ہی مجھے پتہ چل گیا کہ میرے تمام رشتہ داروں کو ہندوؤں نے قتل کر دیا ہے، قریبی رشتہ دار ہمسائے بھی قتل ہو چکے ہیں، ہر طرف خوف و وحشت کا عالم، گلی گلی موت رقص کر رہی تھی، مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا تھا اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کیا جا رہا تھا، اپنی جانیں بچانے کیلئے مسلمان پاکستان کا رُخ کر رہے تھے مگر سب راستے بند ہو چکے تھے، قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، ہر طرف لاشے ہی لاشے نظر آ رہے تھے، ایک دوست کے ہمراہ ریاست رام پور آ گیا، وہاں لکھنو سے ملٹری کی گاڑی آئی جس کا ہم کئی دنوں سے انتظار کر رہے تھے، اُس میں ایک بڑا افسر تھا وہ آوازیں لگا رہا تھا کہ چلو چلو پاکستان، جو رہ گیا اُسے موقع نہیں ملے گا، ہم نے اُن کیساتھ جانے میں ہی عافیت محسوس کی، ریلوے اسٹیشن پہنچے 16 گھنٹوں کا سفر تھا، ہندو بلوائی راستے میں جگہ جگہ گاڑی کھڑی کر لیتے اور حملے کی کوشش کرتے، ہمارے ساتھ بیٹھے فوجی اِدھر سے گولیاں چلاتے اور ہم آگے بڑھتے، راستے میں ٹرین کی پٹڑی کے ساتھ نعشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، عجیب قیامت کا منظر تھا، میرے ساتھ بیٹھے ایک فوجی نے جو مسلسل کئی دنوں سے ٹرین پر ڈیوٹی دے رہا تھا، گن مجھے پکڑا دی اور کہا ''خان صاحب! اب میرا بازو کام نہیں کر رہا، آپ رائفل پکڑ لیں''، گاڑی کے اندر بھی نعشیں اور باہر بھی نعشیں تھیں، زندگی کی سانسیں ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھیں کہ آخر کار ایک طویل سفر کے بعد رات بارہ بجے کے بعد ہم واہگہ پہنچ گئے، وہ لمحہ میں کبھی نہیں بھول سکتا جب ہمارے مردہ جسموں میں جان پڑ گئی اور ہم پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے لاہور ریلوے اسٹیشن سے باہر آئے''۔ یہ کہہ کر عبدالحمید خان نے لمبا سانس لیا۔

میں نے کاغذ قلم سمیٹ کر اُن سے اجازت لی، میرے اُٹھتے ہی اُنھوں نے گمبھیر آواز میں کہا کہ نئی نسل کو بتا دو کہ آزادی کی نعمت آسانی سے حاصل نہیں ہوتی، خدارا! اس کی قدر کرو، یہ ٹکڑا کسی جنت سے کم نہیں۔

میں نے ان کا پیغام آپ تک پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب آپ اُن کی باتوں پر عمل کریں اور یہ پیغام دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

☆☆☆

میں نے پاکستان بنتے دیکھا

حفیظ الرحمان

ممتاز سماجی رہنما، صحافی اور تحریک پاکستان کے کارکن حفیظ الرحمٰن ملک نے قیام پاکستان کے حوالے سے اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس وقت میری عمر سات برس تھی۔ میرے بڑے بھائی عبدالحمید خان جو 32 برس کے تھے، آل انڈیا مسلم لیگ لاہور کے سیکرٹری تھے۔ فسادات کے دنوں میں چونکہ ہمارے گھر بار چھین لیے گئے تھے لہٰذا ہم تمام بہن بھائیوں نے اسلامیہ ہائی سکول صدر (لاہور) میں پناہ لی۔ پندرہ دن تک ہم وہاں محصور رہے کیونکہ سکھوں کے جتھے آتے تھے اور مسلمانوں کا قتل عام ہوتا تھا۔ لوٹ مار بھی بہت ہوئی۔ صدر کے علاقے میں چونکہ فوج کا کنٹرول تھا لہٰذا یہاں ذرا کم ہوئی مگر شہر کے دوسرے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار خوب گرم رہا۔ انہی دنوں لٹے پٹے مہاجرین کے قافلے آنا شروع ہو گئے۔ ہم نے ان کیلئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے۔ انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ کئی روز تک کھلایا پلایا، بستر دیئے، کپڑے دیئے۔ مہاجر بھائیوں کیلئے ایثار و قربانی کے جو مناظر اور مظاہر میں نے دیکھے وہ میرے حافظے کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ 27 اکتوبر 1947ء کو جب حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے یونیورسٹی گراؤنڈ میں جلسہ کیا تو میں وہاں موجود تھا۔ اس جلسے میں قائداعظمؒ نے اردو میں بھی خطاب فرمایا اور کہا کہ ''مسلمان مصیبت میں گھبرایا نہیں کرتا''۔ تحریک پاکستان جیسا جذبہ اگر آج دوبارہ زندہ ہو جائے تو پاکستان پھولوں کی طرح کھل سکتا ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ ضرورت قومی احتساب کی ہے جو سیاسی تقاضوں اور وابستگیوں سے بالاتر ہو کر کیا جانا چاہیے۔ اس ضمن میں پاک فوج اپنا بہترین کردار ادا کر سکتی ہے اور میرے خیال میں یہ پاکستان کی بھرپور خدمت ہوگی۔ اس کے علاوہ ہمیں ذاتی احتساب کی طرف بھی توجہ دینی ہوگی اور اپنی کوتاہیوں کا احساس و ادراک کرتے ہوئے خود کو یکسر تبدیل کرنا ہوگا۔ ہمیں خود کو ایک ایسی قوم کے قالب میں ڈھالنا ہوگا بقول شاعر مشرق... ع

''صبح و شام بدلتی ہیں جس کی تقدیریں''

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ضرورت سے زائد بارش ہو جائے تو

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

ترجمہ:۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمارے اردگرد بارش برسا اور اب ہم پر نہ برسا، اے اللہ تعالیٰ! ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں کے درمیان اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر (بارش برسا)

دارالسلام کوئز

1۔ سب سے زیادہ احادیث کس صحابیہؓ سے مروی ہیں؟۔

2۔ مکی سورتوں کا دور کتنے سال کا تھا؟۔

3۔ بہادری میں سب سے زیادہ شہرت کس نے پائی؟۔

4۔ لاہور میں مسلم لیگ کانفرنس کب منعقد ہوئی؟۔

5۔ دنیا میں سب سے زیادہ کونسا کھیل کھیلا جاتا ہے؟۔

دارالسلام کوئز کے جوابات ماہنامہ ''پھول'' کے ایڈریس کے پتہ پر ارسال کریں

صحیح جوابات بھیجنے والے پانچ (5) خوش نصیبوں کو دارالسلام کی طرف سے بذریعہ قرعہ اندازی 1000 روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔ پہلا انعام: 400 روپے کی کتب، دوسرا انعام 250 روپے کی کتب، تیسرا انعام 150 روپے کی کتب، دو اعزازی انعام 100,100 روپے کی کتب

پھول سماجی خدمت

فاریہ صادق

اس کی کوشش تھی کہ......

جیسا کرو گے......

اسد کمپیوٹر پر گیم کھیلنے میں مصروف تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ ''کیا مصیبت ہے جب دل میں آئے اٹھا کر فون کر دیتے ہیں۔ پتا نہیں کون ہے؟''۔ اس نے بُرا سا منہ بناتے اور بڑبڑاتے ہوئے فون اٹھایا۔ ''کون ہے؟''۔

''اسلام علیکم! اسد میں احمد بول رہا ہوں''۔

''کیا بات ہے احمد اس وقت فون کس لئے کیا ہے؟ کوئی خاص وجہ''۔ اسد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے اسد تم ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ وہ دراصل مجھے تمہارے ریاضی کے نوٹس چاہیں اگر تمہاری اجازت ہو تو''۔

''کیوں؟ تمہارے نوٹس کہاں ہیں؟''۔ اسد نے حیران ہو کر پوچھا۔

''وہ دراصل اپنی جماعت میں جو بچہ علی پڑھتا ہے نا اس نے مجھ سے مانگ لئے تھے۔ میں نے سوچا کہ تمہارے پاس بھی تو وہ نوٹس تھے نا''۔ احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں تھے تو سہی مگر پتا نہیں کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ شاید کام کرنے والی ماسی نے کباڑ میں پھینک دیئے ہوں''۔ اسد نے کہا۔

''اچھا چلو کوئی بات نہیں میں کسی اور سے لے لوں گا۔ خدا حافظ!''۔ احمد نے بغیر کسی غصے کے کہا۔

''خدا حافظ!''۔ اسد نے غصے سے فون جھنک دیا۔

اگرچہ اسد کے پاس وہ تمام نوٹس موجود تھے مگر پھر بھی اس نے احمد سے جھوٹ بولا۔ وہ دونوں دوست تھے مگر اسد نے تو احمد کو بظاہر دوست سمجھا ہوا تھا مگر حقیقت میں وہ احمد کو اپنا دشمن سمجھنے لگا تھا۔ اسد سارا دن گیم کھیلنے اور کھیل کود میں گزار دیتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ جب وہ نہیں پڑھتا تو احمد کیوں پڑھے۔ جبکہ احمد کلاس کا سب سے ذہین ترین اور دوسروں کی مدد کرنے والا ایک اچھا طالب علم تھا۔ اسد خود تو بالکل بھی نہیں پڑھتا تھا مگر اسے بس یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ احمد کیوں پڑھتا ہے۔ احمد اپنا تمام کام سب سے پہلے مکمل کرتا اور پھر کھیلتا تھا اور اسد کو بھی اپنی پڑھائی پر توجہ دینے کی تلقین کرتا تھا۔ مگر اسد ہاں ہوں کر کے بات ٹال دیتا تھا اور احمد کو بھی کھیل کی دعوت دیتا تھا۔

اس دن بھی جب احمد نے اسد سے نوٹس مانگے تو اسد نے یہ سوچ کر کہ میں نے تو تیاری نہیں کی احمد تیاری کر کے نمبر لے جائے گا۔ اس لئے اس نے احمد کو جھوٹ بول دیا۔ اگلے دن جب وہ کلاس میں پہنچا تو اسد نے دیکھا کہ احمد نے ریاضی کے تمام سوال حل کر لئے ہیں جبکہ اس کے پاس تو نوٹس بھی نہیں تھے۔ اسد کو احمد کے سارے سوال دیکھ کر بہت غصہ آیا۔ اس نے اپنے غصے کو قابو کرتے ہوئے بظاہر خوش ہو کر احمد سے پوچھا ''احمد تم نے یہ سوال کس طرح کئے''۔ احمد نے کہا کہ اس نے ایک دوست سے نوٹس لے کر سوال حل کئے ہیں۔ جب سکول میں ٹیچر نے سب کا کام چیک کیا تو اسد کا کام نہ دیکھ کر ٹیچر نے سب کے سامنے اسد کو ڈانٹا اور اسے احمد کی مثال دیتے ہوئے پڑھنے کی تلقین کی۔ اسد جل بھن کر رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ احمد کی نوٹ بک اٹھا کر گھر لے جائے تاکہ احمد کام کر ہی نہ سکے۔ چنانچہ جب احمد کینٹین سے چیز لینے گیا تو اسد نے اس کے بیگ سے نوٹس بک اٹھالی۔

جب احمد گھر پہنچا اور اس نے سکول کا کام کرنے کے لئے بیگ کھولا اور اپنی نوٹ بک نہ پائی تو بہت پریشان ہوا۔ پریشانی کی وجہ سے وہ رونے لگا کہ آخر کس نے اس کے ساتھ یہ شرارت کی ہے۔ دوسری طرف اسد نے احمد کی نوٹ بک گھر جاتے ہوئے راستے میں گرا دی کہ کوئی بچہ اٹھا کر کھیل لے گا۔ اتفاق سے احمد کے ابو کا تھوڑی دیر بعد وہاں سے گزر ہوا۔ وہ نماز پڑھ کر آ رہے تھے تو انہوں نے زمین پر پڑی نوٹ بک یہ سمجھ کر کہ شاید اس میں اللہ کا نام نہ لکھا ہو اٹھالی۔ جب انہوں نے نام پڑھا تو انہی کے بیٹے کا نام تھا۔ انہوں نے گھر پہنچ کر احمد کو پریشان پایا تو وجہ پوچھی۔ احمد نے پریشانی کی وجہ اپنے والد صاحب کو بتادی۔ والد صاحب مسکرائے اور کہا ''بیٹا یہ رہی تمہاری نوٹ بک''۔

''بابا یہ آپ کو کہاں سے ملی؟''۔ احمد کے ابو نے اسے ساری بات بتائی اور اسے یقین دلایا کہ شاید اس کے بیگ سے راستے میں آتے وقت گر گئی ہو۔ خیر احمد نے بھی یہی سمجھا اور اپنا سارا کام مکمل کر لیا۔

اگلے دن اسد بہت خوش تھا کہ آج تو احمد نے بھی کام نہیں کیا ہوگا۔ آج احمد بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ مگر جب ٹیچر نے کام چیک کیا تو سب نے کام کیا ہوا تھا سوائے اسد کے۔ اس کو بہت حیرانی ہوئی کہ احمد نے کام کس طرح کیا۔ اس نے احمد سے پوچھا ''احمد تم نے کام کب کیا تھا؟''۔ احمد نے باتوں باتوں میں سارا واقعہ سچ سچ اسد کو بتادیا۔ اسد کو اپنے اوپر بہت غصہ آیا کہ اس نے وہ نوٹ بک کیوں پھینکی تھی۔ کچھ ہی دنوں بعد امتحانات ہونے والے تھے۔ احمد کی امتحانات کی مکمل تیاری تھی جبکہ اسد کو کچھ بھی نہ آتا تھا۔ امتحانات سے کچھ دن قبل رول نمبر سلپ بھی آگئی۔ اسد نے سوچا کہ کیوں نہ احمد کی رول نمبر سلپ ہی اٹھالی جائے جس سے نہ تو وہ پیپر دے گا اور نہ ہی اچھے نمبر لے پائے گا۔ چنانچہ اس نے احمد کی رول نمبر سلپ چھپالی اور گھر جا کر چپکے سے جلادی۔ احمد کی رول نمبر سلپ جلا کر وہ بہت خوش ہوا۔ امتحان میں ابھی دو دن باقی تھے۔ احمد کو اچانک اپنی رول نمبر سلپ کا خیال آیا۔ اس نے اپنی رول نمبر سلپ ہر جگہ دیکھ لی مگر وہ کہیں نہ ملی اس نے اپنے والد صاحب کو بھی بتایا کہ اس کی سلپ گم ہوگئی۔ والد صاحب بھی اس پر خفا ہوئے کہ احتیاط سے سنبھال کر کیوں نہ رکھی۔ اب نتیجہ بھگتو۔ جبکہ اس کے والد اور وہ حقیقت سے آگاہ نہ تھے۔ احمد کے والد بیٹے کا مستقبل خراب ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے امتحان سے ایک دن پہلے نئی رول نمبر سلپ نکلوادی۔ اور احمد نے امتحان دے دیے۔

اسد نے احمد کی رول نمبر سلپ تو جلادی تھی مگر وہ اپنی سلپ کو بھول گیا تھا جو اس نے اپنے یونیفارم میں رکھی تھی۔ جب کام کرنے والی ماسی نے اس کی یونیفارم دھوئی تو اس سلپ کو بے کار سا کاغذ سمجھ کر اسے کوڑے میں پھینک دیا جو اگلے دن صفائی والا لے گیا۔ جب اس نے احمد کا مستقبل تباہ کرنے کا سوچا تو اس نے اپنے مستقبل کے بارے میں نہیں سوچا۔ اس کو اپنے کئے کی سزا مل چکی تھی۔

☆☆☆

ماہنامہ پھول لاہور

کھٹے میٹھے خطوط

السلام علیکم

تازہ شمارہ ملنے کی خوشی اتنی ہوئی جتنی سرورق پر بیٹھا محمد ریحان سفیر خوش ہے۔ انتساب ہم جیسے لوگوں کے لئے تھا۔ حمد نے تسکین فراہم کی اور نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دلنشیں ہوتی ہیں۔ کرنیں کا عنوان ''دل نہیں کرتا'' پڑھ کر چونکے۔ یہ ہم مسلمانوں کیلئے تھا۔ واقعی لوگوں کی مدد کرنے سے دل نہیں لگتا، نہ ہی عبادت اللہ میں دل ساتھ رہتا ہے۔ مشغول تو عبادت میں ہوتے ہیں البتہ دماغ دنیا کی رنگینیوں میں کھویا ہوتا ہے۔ اداریہ میں ہر بار منفرد درس ہوتا ہے۔ اس دفعہ کا اداریہ خدا پر بھروسہ کرنے کا کہہ رہا تھا۔ اگر ہم بہترین زندگی جینا چاہتے ہیں تو اللہ پر پختہ یقین رکھنا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تعریفی کلمات کو نثار عظیم نے جمع کر کے ایک تحریر کی شکل دے دی۔ ''ننھا سراغ رساں'' میں نسیم اور سلیم کی سراغ رسانی کا کارنامہ مزہ دے گیا۔ قصور کی بے قصور کلی ''زینب'' کا خط کارآمد ہے۔ عمران علی جیسے بے مروت درندے پھولوں کو پیروں تلے کچل دیتے ہیں۔ لگتا ہے ان درندوں کا دل ''سنگ مرمر'' سے بنا ہے۔ والدین کو چاہئے اپنے بچوں کے تحفظ کیلئے ''زینب کا خط'' پر ضرور عمل پیرا ہوں۔ ''حضرت بلالؓ کی حیات مبارکہ پر عقابی نظریں گاڑیں بہت کچھ ملا اور دیانت دار تاجر حضرت سید نا سری سقطیؒ کی دیانتداری کے بارے میں آگاہ ہوئے۔ مسلمان تاجران کا معیار روز بروز گھٹتا جا رہا ہے۔ اگر وہ دیانت داری اختیار کر کے کاروبار کریں گے تو مسلمانوں کی عظمت کا پوری دنیا میں پرچار ہوگا۔ مسلمان تاجرو! سن لو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ملاوٹ کرنے والا ہم سے نہیں''۔ تم اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہو، خدا کے واسطے کاروبار میں منافع کیلئے ناجائز راہوں پر خود کو مت دھکیلو۔ نذیر انبالوی سلام آپ کو...... آپ کی تحریر ''پھول'' کے صفحات پر زندہ رہے گی۔ آپ کا نام زندہ رہے گا۔ یوم کشمیر کے حوالے سے نظمیں اچھی تھیں لیکن فوٹو میں ہماری جنت کشمیر وادی پر تباہی مچائی جا رہی تھی۔ کشمیر کی خوبصورتی سبزہ دشمن بگاڑ رہا ہے مگر کشمیریوں کے حوصلے اور ارادوں کو کیسے برباد کریں گے دشمن لوگ؟۔ ''حمید نظامی'' مضمون حمید نظامی کی عظمت کا سچا ترجمان تھا۔ ''ارفع کریم رندھاوا'' تحریر ارفع کا اونچا رتبہ بتا رہی تھی۔ مدیحہ ادریس کی لکھی تحریر ''راز کی تلاش'' زندگی سنوارنے کا درس دے رہی تھی۔ اچھا دوست نفسیاتی بیماری سے بچاتا ہے۔ یہ کاوش ڈاکٹر فوزیہ سعید نے مہارت اور دل سے تحریر کی تھی۔ جب تک اچھا دوست نہ ملے گا زندگی پھیکی گزرے گی۔ کہانی ''عزم نو'' اللہ کو یاد کرنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ نماز پڑھنے سے دنیا میں بھی کامیابی ملتی ہے، آخرت میں بھی......!

غصہ حرام ہے، جسے خدا رکھے، شریف شیوہ تمام کی تمام تحاریر قدر کی لائق ہیں۔

(سلمان یوسف سمیجہ۔ علی پور)

فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت مزہ آیا ''کرنیں'' پڑھ کر تو دل خوش ہو گیا بہت سی الجھنیں دور ہوئیں۔ ''اداریہ'' ہمیشہ کی طرح بہترین اور بہت اچھا سبق لئے ہوئے تھا۔ مسعود احمد برکاتی کے جانے سے بچوں کے ادب کا ایسا نقصان ہوا کہ جس کا ازالہ ممکن نہیں۔ ''ننھے سراغ رساں'' بہت دلچسپ کہانی تھی۔ ''ہمیشہ زندہ رہیں گے'' بہترین رہی۔ امر کشمیری کا کردار بہت پراثر تھا۔ غیر ملکی ادب پڑھ کر تو ہمیشہ ہی مزہ آتا ہے۔ انسان منٹوں میں جانے کس دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ باقی ساری تحریریں بھی اچھی تھیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غیر ملکیوں کے تاثرات پڑھ کر دل میں سکون بھر گیا بہت ہی شاندار مضمون تھا۔

ہمارا علاقہ لائن آف کنٹرول سے جڑا ہوا ہے۔ 5 فروری کو بھی بھارتی فوجیوں کی طرف سے خوب گولہ باری کی گئی ہے۔ ابھی خط لکھتے ہوئے بھی کہیں دور فائرنگ اور کسی بم کے گرنے کی آواز آئی تو یاد آیا کہ ہم لوگ تو ان آوازوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ کبھی شہید ہوتے ہیں اور کبھی غازی بن کر مسکراتے ہیں۔ میں حیران ہوتی ہوں اور اکثر ابا سے کہتی ہوں کہ یہ کتنے دلیر لوگ ہیں جو ہتھیلی پہ جان رکھ کر یہاں رہتے ہیں۔ ابا مسکرا دیتے ہیں۔ دراصل یہ کشمیری ہیں...... جو کہ پاکستان کا ہراول دستہ ہیں۔ یہاں کے کشمیری فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں بلکہ اکثر گھر تو پاکستانی چوکیوں سے بھی آگے ہیں پاک فوج پہاڑوں کی چوٹیوں پر موجود چوکیوں سے ہی علاقہ کنٹرول کرتی ہے۔ دعا ہے اللہ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور مسلم قوم پر رحم فرمائے۔ (آمین)

(سیدہ نرجس فاطمہ...... آزاد کشمیر)

پھول کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ماہنامہ پھول نہایت ہی شاندار تھا۔ ہر چیز بہت پسند آئی خاص طور پر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اور ان کے عاشق حضرت بلالؓ کے متعلق دلچسپ معلومات بہت ہی زیادہ پسند

پڑھتے ہی دل نے اسے جلد از جلد پڑھنے کو اکسایا۔ پھول کی ادا سب سے جدا اور اس میں کوئی شک ہی نہیں۔ ننھے سراغ رساں (مسعود احمد برکاتی) دلچسپی سے بھرپور کہانی تھی۔ زینب کا خط پڑھ کر بے اختیار اس ننھی کلی کے مرجھانے پر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ لیکن اب بچوں کی حفاظت سب کا فرض ہے سوچ کر تقویت ملی۔ کشمیریوں پر ہونے والے مظالم نے ہر آنکھ کو اشبار کر دیا۔ لوگ تو بس کشمیر ڈے پر نعرے اور احتجاج کرتے ہیں اور اگلے ہی دن سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ گویا ایک دن ہی دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔

ہمیشہ زندہ رہیں گے (نذیر انبالوی) نے ہمیشہ کی طرح زبردست تحریر لکھی۔ مصطفیٰ ڈار اور برہان وانی شہید ہو کر بھی ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے۔ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کیلئے سب دعا گو ہیں۔ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے (محمد عارف عثمان) پڑھ کر نئے درخت لگانے کا پختہ عزم کر لیا۔ سائنس کی دنیا نے ہمیشہ کی طرح ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔ کیسا احسان؟ (عشرت جہاں) کی کہانی بہت سبق آموز تھی۔ کسی کی مدد کر کے احسان نہیں جتانا چاہئے۔ اے ماں تیری عظمت کو سلام۔ وادی کاغان کی سیر (الوینہ علی خان) کیا زبردست کہانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہانی پڑھنے کے ساتھ ساتھ میں بھی کاغان کی سیر کر رہی ہوں۔ کہکشاں سے ہمیشہ کی طرح سبق آموز باتیں سیکھنے کو ملیں۔ بچوں کے مشہور اور پسندیدہ ادیب مسعود احمد برکاتی کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ اچھا دوست نفسیاتی مریض ہونے سے بچاتا ہے (ڈاکٹر فوزیہ سعید) کی تحریر زبردست تھی۔ آخر میں اس وطن کیلئے بھرپور دعائیں اور پھول دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ (آمین)۔

(افصح اشفاق......گوجرانوالہ)

حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر دل منور ہوا۔ کرنیں، اداریہ، کہانیاں اور مسکراہٹیں الغرض کہ سارا شمارہ ہی تعریف کے لائق تھا۔ فروری نے ایک مرتبہ پھر کشمیر کے زخم کو تازہ کیا۔ مسلمان ہر دور میں ممتاز رہے ہیں جب تک یہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے بارے میں سوچتے تھے۔ رشوت، کرپشن، بے ایمانی عام نہ تھی۔ ہم نے دنیا پر حکومت کی مگر جب یہ چیزیں عام ہوئیں تو ہم پر زوال آ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک کشمیر حاصل نہ کر سکے۔ ہم ایک طرف تو کشمیر کی آزادی کیلئے دعا گو ہیں کشمیر کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مگر دوسری طرف ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں اپنے ہم وطنوں کو ذلیل کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پھول کی پوری ٹیم کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(محمد طلحہ محمود......مخدوم پور)

نیا سال نئی باتیں مگر پرانی یادیں۔ ہر سال ہمارا واسطہ کچھ نئے لوگوں سے پڑتا ہے۔ جن میں سے کچھ سے ہمارا متعلق وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے۔ کچھ ہم سے بچھڑ جاتے ہیں جن میں سے ایک شخصیت حمید نظامی صاحب ہیں۔ ان کی بدولت صحافت کا پودا تناور ہوا۔ فخر پاکستان ارفع کریم راک لازوال داستان، چھوٹی عمر بڑے کام۔ خوبصورت سرورق خوبصورت لوگ۔ کشمیر ایک دن ضرور پاکستان بنے گا۔ انتساب واقعی باکمال لوگوں کے نام تھا۔ حمد و نعت ہمیشہ کی طرح خوبصورت لفظوں سے مزین تھی۔ اداریہ میں آپ نے اپنے ہی انداز میں بے مثال سبق سکھایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت پر تعریف زیادہ الفاظ کم۔ تمام نظمیں اور کہانیاں بہت اچھی لگیں خاص کر جانے نہیں دیں گے۔ چھوٹا سا سبق مگر بہت بڑا اثر لئے ہوئے تھی۔ شریف شیوہ کی تحریر میں بتایا گیا کہ انسان محنت کرے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ دنیا میں ناممکن کچھ نہیں۔ دعا ہے اللہ انہیں مزید کامیابیاں دے۔ ہر تحریر لاجواب اور بے مثال تھی۔ ''انمول رشتے'' سچ ہے ماں کی دعائیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں۔ اداریہ سے لے کر زبردست جملہ تک ہر تحریر آپ اور آپ کی ٹیم کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ دعا ہے خدا آپ کو اور آپ کی ٹیم کو اس کاوش کا ثمر عطا کرے اور اس رسالے کو رہتی دنیا تک قائم رکھے۔ (آمین)۔ ہر تحریر سے آپ کی محبت جھلکتی تھی۔

(ایمن کائنات، نیلوفر جاوید......ڈیرہ غازیخان)

سال نو کا دوسرا شمارہ ملا۔ خوبصورت سرورق کو سراہتے سفیر صاحب کی مسکراہٹ نے دل موہ لیا۔ حمد، نعت، کرنیں اور اداریہ سے استفادہ کے بعد آگے بڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمی شخصیات کا خراج عقیدت منفرد تحریر ہے۔ ننھے سراغ رساں مسعود احمد برکاتی صاحب کی یادگار تحریر ہے۔ زینب کا خط بچوں اور بڑوں کیلئے توجہ دلاتی تحریر ہے۔ دیانتدار تاجر، مختصر مگر پر اثر تحریر ہے۔ اسلاف کی دیانت و صداقت کو خوب بیان کیا گیا ہے۔ یوم کشمیر کے مقصد کو یاد دلاتی تحریر ''ہمیشہ زندہ رہیں گے'' خوبصورت کہانی ہے۔ مارکس اور مینشن پڑھ کر مزہ آیا۔ دیگر کہانیوں میں راز کی تلاش، بدگمانی، جسے اللہ رکھے، عزم نو، غصہ حرام ہے۔ انمول رشتے، ماں پر لکھی گئی دونوں تحریریں اچھی لگیں۔ زروا اور مس شاہین، جانے نہیں دیں گے بھی سبق آموز تحریریں تھیں۔ شریف شیوہ کے بارے میں جان کر اچھا لگا، لگن اور محنت کا درس ملا۔ اچھا دوست بھی اچھا نفسیاتی مضمون ہے۔ نقد رقم کے ساتھ خوبصورت کتاب کا تحفہ ملا۔ بہت خوشی ہوئی، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

(عشرت جہاں......لاہور)

پھول تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اور اسی لیے پھول میں بہتری آ رہی ہے۔ اس لیے تمام پھول ٹیم کو مبارک ہو۔ شمارہ خوبصورت رہا۔ اداریہ میں بھیا شعیب کا انداز تحریر بہت اچھا لگا۔ دو تین ماہ سے جماعت پنجم کے امتحانات سر پر تھے تو پیارے پھول کا صحیح طرح سے مطالعہ نہ کر پائی۔ خیر اب تو بورڈ کے امتحانات دے دیے ہیں اور فارغ ہوں۔ آخر میں پھول ٹیم کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

(مسفرہ رانا، ولید عبدان، منیب عبدان۔ فیصل آباد)

پھول کے پرانے قاری ہیں۔ ماہنامہ پھول زندگی کا بہترین ساتھی، اچھا دوست اور حصہ ہے۔ زیادہ پرانے نہیں بس 329 ماہ سے پھول پڑھ رہے ہیں اور انشاء اللہ جب تک زندگی ہے پھول سے اپنا رشتہ قائم رہے گا اور امید ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اس سے اپنا تعلق برقرار رکھیں گی۔ نوائے وقت گروپ ویسے بھی ہمارے خاندان، گھر، آفس اور مزاج کا حصہ ہے۔ قبلہ والد محترم علامہ مولانا محمد خاں فریدی کی ذاتی لائبریری میں 1960ء کی دہائی کے شمارے محفوظ ہیں۔ ماہنامہ پھول اپنی منفرد خوشبو سے ہر اک کو پسند ہے، پھول کی خوشبو آج دنیا بھر میں پھیل رہی ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس کو حمد، نعت، کرنیں اور اداریے سے پڑھنا شروع کیا اور جب تک آخری صفحہ نہیں پڑھا سکون نہیں آیا۔ زندگی میں جتنی مشینی آسانیاں آ رہی ہیں اتنی ہی زیادہ پریشانیاں بھی آ رہی ہیں۔ اب حالات بڑی تیزی سے روزانہ کی بناء پر تبدیل اور خطرناک ہو رہے ہیں۔ میڈیائی دور ہے، جھوٹ سچ کی شناخت بھی ناقابل شناخت ہو رہی ہے، نئی نئی کہانیاں، نئے نئے واقعات منظر عام پر آ رہے ہیں۔ جن کو سن کر، پڑھ کر حیرت ہونے لگتی ہیں۔ اس

وقت معاشرے کو اصلاح کی ہنگامی ضرورت ہے۔ ہر انسان کو اپنی حیثیت اور رتبے کے مطابق اصلاحی کام کرنا ہوگا، میڈیائی گروپوں اور اداروں کو بھی اپنے اپنے کردار کی اصلاح کرنا ہوگی۔ ماہنامہ پھول (نوائے وقت گروپ) تو دوقومی نظریے پر عمل پیرا ہے۔ اب تو تیسرے نظریے کی آواز گونج رہی ہے۔ قائد واقبال کے افکار وتعلیمات کو عام کرنا ہوگا اور ان کو دوقومی نظریے کی حیثیت سے لاگو کرنا ہوگا اور حمید نظامی جیسا کردار ادا کرنا ہوگا اس ماہ کا ماہنامہ پھول سرورق سے لے کر صفحہ آخر تک بہترین اور سبق آموز تھا۔ اس کے تمام سلسلے اپنی مثال آپ اور اس کی پہچان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنی حفظ امان میں محفوظ رکھے، تمام پھول ٹیم کو سدا خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

(محمد طارق۔ جڑانوالہ)

فروری کے شمارے کا سرورق جاذب نظر تھا۔ اداریہ نہایت ہی اہم موضوع پر تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان جب لوگوں کی بھلائی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسے ذرائع سے مدد فرماتا ہے کہ جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اچھے اخلاق ورویئے کسی بھی معاشرے کی مضبوطی کی علامت ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو تمام انسانیت کے لئے رحمت تھی۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پہ عالمی شخصیات کی آراء پر مبنی نثار عظیم انجم کی ایمان افروز تحریر اچھی لگی۔ بچوں کے ہردلعزیز ادیب مسعود احمد برکاتی کی کہانی ''ننھے سراغ رساں'' شائع کر کے انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بچوں کے ادب میں مسعود احمد برکاتی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آسان اردو میں جس طرح انہوں نے تحریریں لکھیں اور تقریباً 60 سال تک بچوں کے ادب سے وابستہ رہے، بذات خود ایک ناقابل یقین کارنامہ ہے۔ اردو کی ترقی وترویج کے لئے بھی انہوں نے بہت کام کیا کہ 1949ء سے 1952ء تک وہ انجمن ترقی اردو کے ایک رسالے میں مضامین لکھتے رہے۔ جنہیں بابائے اردو مولوی عبدالحق بھی پسند فرماتے تھے۔

رضا محمود نے زینب کے خط کی صورت بچوں کے تحفظ کے حوالے سے بہت اہم اقدامات تجویز کئے۔ تاہم یہ بات یاد رکھیں کہ بچے کا جو خیال وتحفظ اس کے والدین رکھ سکتے ہیں۔ وہ کوئی اور نہیں کرسکتا۔ حضرت بلالؓ جیسی جلیل القدر ہستی پہ شازیہ ہاشم نے مختصر مگر مؤثر لکھا۔ ان کی زندگی بتاتی ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لو مگر اپنے رب کو اپنا محبوب بنائے رکھو۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی تمام مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ معروف ادیب نذیر انبالوی کی یوم کشمیر کی مناسبت سے ''ہمیشہ زندہ رہیں گے'' ایک بہترین کہانی تھی۔ مقبول بٹ سے لے کر برہان وانی تک تحریک آزادی کشمیر کو ہر دور میں ایسے مجاہد ملتے رہے جنہوں نے بجھتے شعلوں میں اپنا لہو شامل کیا اور شمع آزادی کو پھر سے زندہ کر دیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کشمیر اب قرارداد مذمت سے نہیں بلکہ ہندو کی مرمت سے آزاد ہوگا۔

صحافت میں حمید نظامی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حفیظ الرحمن نے اس عظیم صحافی کی خدمات پر خوب روشنی ڈالی۔ اسی طرح نہایت ہی کم عمری میں دنیا بھر میں پاکستان کا نام روشن کرنے والی ارفع کریم رندھاوا بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ تنویر پھول نے امریکہ سے خط لکھ کر مسعود احمد برکاتی کے لئے تعزیت کی۔ یقیناً تنویر پھول بھی اپنی شاعری کے حوالے سے بچوں کے ادب میں بہت اہم مقام رکھتے ہیں۔ شاہد اقبال کی ''انمول رشتے'' پڑھتے ہی دل غمگین ہوگیا۔ انسان ساری دنیا کی محبتیں بھی اکٹھی کرلے ماں کی محبت کا نعم البدل نہیں۔

حضرت علیؓ کا یہ قول ''ماں کی دعائیں اس کے مرنے کے بعد بھی اپنی نیک اولاد کے لئے جاری رہتی ہیں'' پڑھا تو دل کی کیفیت آنکھوں کے راستے باہر آ گئی۔ واقعی ماں کی محبتیں و چاہتیں اس کے جانے کے بعد بھی اپنی اولاد کو دعاؤں کے حصار میں لئے رکھتی ہیں اور اس کا ادراک انسان کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب بچوں کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)۔

(رانا محمد شاہد...... بورے والا)

فخر پاکستان اور جرأت مندانہ صحافت کی علامت کی تصویر دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ یہی پاکستان کے چمکتے چہرے ہیں اور ساتھ ہی دو گھبرو جوان بچے بہت پیارے لگے۔ انتساب کمال کا تھا۔ حمد ونعت موتی بکھیر رہی تھیں۔ اداریہ تو آپ نے میرا خیال رات دن ایک کر کے لکھا ہو گا۔ ہم آپ کی محنت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ معروف شاعر مسعود احمد برکاتی کی کہانی سے بہت کچھ سیکھا۔ ہمیں اللہ کی ذات سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ انسان کوشش کرے تو اللہ مدد کرتا ہے۔ نذیر انبالوی نے تو کہانی لکھ کر کمال کر دیا۔ کشمیر کے بارے میں نظمیں پڑھ کر داد دینے کو دل چاہا۔ کشمیر جسے پاک وطن کے لیڈر نے پاکستان کی شہ رگ قرار دیا ہم اسے اتحاد، جرات اور حوصلہ سے ہی لے سکتے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: ''متحد ہو کر رہیئے صرف اسی طریقے سے آپ پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین سلطنت بنا سکتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ منتشر ہوں گے تو گر پڑو گے اور متحد ہو گے تو کھڑے رہو گے۔ پاکستان مسلمانوں کے اتحاد کا مظہر ہے۔ دل وجان سے اس کی پاسبانی اور حفاظت کریں''۔

محمد عارف عثمان کی کہانی بھی ٹاپ پر تھی۔ ہم آکسیجن کو زیادہ سے زیادہ سبزہ لگا کر روک سکتے ہیں۔ کہانی ''میری ماں'' پڑھی جب والدین بوڑھے اور کمزور ہوجاتے ہیں تو انہیں اولاد کے سہارے کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے جس طرح اولاد کو بچپن میں ماں باپ کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم سب والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل کرسکتے ہیں۔ ''راز کی تلاش'' بھی انمول تحریر تھی۔ پڑھ کر مزا آیا۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے پڑھ کر ہنسی آ گئی۔

(شکیبہ جمیل احمد......حافظ آباد)

میں ابھی بیمار ہوں، دوست احباب مزاج پرسی کرتے رہتے ہیں اور جینے کا نیا عزم وحوصلہ بخشتے ہیں۔ یکم اپریل کو میری 92ویں سالگرہ ہے۔ آپ کو اور قارئین کو یہ پڑھ کر دلی مسرت ہوگی کہ منجانب گورنمنٹ کی جانب سے مجھے سال نو ایوارڈ سے نوازا گیا ہے اور 23 ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہوا ہے۔ یہ سب آپ کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ اس عمر میں بھی میرا قلم ساتھ نبھا رہا ہے۔ میری خوش مزاجی اور طویل العمری کا راز اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں مضمر ہے۔ تمام عمر مجھ پر بڑے سے بڑے علمی، ادبی، سماجی انعامات کی بارش ہوتی رہی ہے۔ اللہ کی ذات کا شکر گزار ہوں۔

محنت کرو کامیابیاں قدم چومیں گی۔ منزلیں خود پکاریں گی۔ علم کی شمعیں روشن کرو۔ تم ہی وطن اور ملت کا روشن مستقبل اور قیمتی سرمایہ ہو۔ قوم کے رکھوالے وقتوں کے معمار بھی تمہیں ہو۔ محبت، پیار، خلوص، انسان دوستی، اخوت اور اس کے چراغ جلا رکھو، وقت کی قدر کرو! ۔حضرت قائداعظمؒ نے کامیابی کا ایک ہی گر بتایا تھا: کام، کام اور کام۔ تحریک پاکستان میں حصہ لیا، ہجرت کے مراحل طے کئے۔ گورنمنٹ سروس کی۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی، وطن عزیز کی خیر مانگی۔ اب ایک لکھاری اور

سوشل ورکر ہوں۔ عالمی میڈیا نے مجھے دنیا کا مصروف ترین آدمی قرار دیا ہے۔ پھول کے لئے لکھتے وقت بچپن کا لبادہ اوڑھ لیتا ہوں۔ قارئین سے بھی رابطہ رہتا ہے۔ پھول کی بھینی بھینی خوشبو بوڑھے ذہن کو معطر اور تروتازہ رکھتی ہے۔ یہ تازگی ہمیشہ قائم رہے۔

(ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی۔شورکوٹ شہر ضلع جھنگ)

☆...... پھول ہمیشہ کی طرح شاندار تھا۔ اپنی تحریر اور ابو جان کی نظم دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے لگتا ہے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ میری خواہش تھی کبھی پھول رنگ میں میرا بھی نام آئے۔ پھول نے میری یہ خواہش پوری کردی۔ اللہ تعالیٰ پھول کو مزید ترقی دے اور آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور پھول ہمیں ہمیشہ پڑھنے کو ملتا رہے۔

(حافظ رقیہ، حافظ آمنہ، حافظ صبیحہ، حافظ حفصہ، محمدی شریف)

☆...... میں ساتویں جماعت کی طالب علم ہوں۔ پھول مجھے بہت پسند ہے۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول سے دل کو منور کیا اور پھر اداریے پر پہنچی۔ اداریہ ہمیشہ کی طرح شاندار تھا۔ ننھے سراغ رساں، ہمیشہ زندہ رہیں گے، بدگمانی، قائداعظم کا فرمان، سبق، زروا اور مس شاہین، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے بہت پسند آئیں۔ نرالے ہیں انداز ہمارے میں سب بچے پیارے لگ رہے تھے۔ میری دعا ہے پھول ہمیشہ کھلا رہے اور ہمیں ہمیشہ پڑھنے کو ملتا رہے۔ آپ کے لئے ڈھیروں دعائیں۔

(حفصہ حافظ، محمد شریف)

☆...... پھول بہت اچھا رسالہ ہے۔ ہم سب اسے بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس میں تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں اور بہت سی معلومات ہمیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ جب ہم سارے دوست کسی محفل میں بیٹھے ہوتے ہیں تو پھول رسالے کی کہانیاں اور نصیحتیں اور دنیا جہاں کی معلومات آپس میں ڈسکس کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے اور دوسرے دوستوں کی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

(فصیح الرحمٰن، مطیع الرحمٰن، مقیت الرحمٰن، محمد احمد رحمٰن۔ظفروال)

☆...... سب سے پہلے سرورق کو دیکھا دونوں بچے بہت پیارے تھے۔ حمد، نعت، کرنیں پڑھ کر سکون حاصل کیا۔ اداریہ اچھا تھا۔ سب سے پہلا مضمون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بے مثال شخصیت، درحقیقت بے مثال تھا۔ ننھے سراغ رساں، سبق، کیا احسان، راز کی تلاش، غصہ حرام ہے، کہانیاں بہت پسند آئیں۔ کھٹے میٹھے خطوط بھی مزیدار تھے۔ اللہ آپ کو اور آپ سے وابستہ تمام لوگوں کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

(عبدالرحمٰن طاہر، سیالکوٹ)

☆...... فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ اس کے تمام سلسلے دلچسپ ہیں۔ میری عمر چودہ سال ہے اور مجھے پھول رسالہ بہت پسند ہے۔

(محمد اسد شاہد، بہاولنگر)

☆...... سرورق پر پھول کے دو ننھے پھول مسکرا رہے تھے۔ محترم حمید نظامی اور ارفع کریم بھی درخشندہ تھے۔ کشمیر بنے گا پاکستان بھی آویزاں تھا۔ خوبصورت سرورق کو سراہتے ہوئے اس کی روگردانی کی۔ فہرست میں اپنا نام پڑھا تو بہت خوشی ہوئی۔ میری کہانی شائع کی اس کے لئے بہت بہت شکریہ۔ حمد ونعت، کرنیں اور اداریہ بہت اچھی تھیں۔ مسعود احمد برکاتی کی ننھے چراغ رساں کافی سبق آموز تھی۔ نذیر انبالوی کی ہمیشہ زندہ رہیں گے اور شازیہ ہاشم کی حضرت بلالؓ پر تحریر بہت زبردست تھی۔ باقی تمام کہانیاں بھی بہت اچھی اور سبق آموز تھیں۔ اللہ تعالیٰ پھول کو اعلیٰ کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

(زمر رحمٰن۔ظفروال)

☆...... خوبصورت سرورق کی تعریف کرتے ہوئے پھول کو پڑھا جو کہ بہت زبردست تھا۔ مسکراہٹیں اور باقی سب کچھ بھی بہت اچھا تھا۔ ہم پھول کے پلیٹ فارم کے ذریعے اپنی دوست آمنہ اکرام کو سالگرہ کی مبارک باد پیش کرنا چاہتے ہیں۔

(بشریٰ سجاد، اقصیٰ الیاس، فائزہ نوید، علینہ بخاری، رمیٰ قنطار، عائشہ بابر، سمیہ انور، حبیبہ ارشاد، فاطمہ اعجاز، ایمان الرحمٰن، سیدہ حاجرہ مبشر، رومائزہ سجاد، تقدلیس سجاد، انیلا رفیق، ایمان شبیر، لائبہ خلیل، آمنہ اکرام، ظفروال)

☆...... ماہنامہ پھول اس ملک کے بچوں کی اپنے مذہب کے عین مطابق تعلیم وتربیت اور ان کی ذہنی وفکری تعمیر میں اپنا نمایاں کردار ادا کر رہا ہے کسی بھی طرح اس ملک کے لئے کچھ کرنے میں، میں بھی اپنا حصہ ڈالنا چاہتی ہوں جس کے لئے مجھے پھول کا پلیٹ فارم درکار ہے۔

(ضیاء جاوید، ایبٹ آباد)

☆...... فروری کا پھول شروع سے آخر تک پڑھا بہت ہی مزہ آیا۔ میری طرف سے پھول کے لئے اور پھول سٹاف کے لئے بہت ساری دعائیں۔

(حافظ غلام مصطفیٰ، گوجرانوالہ)

☆...... پھول فروری 2018ء کا سرورق دیکھا۔ حمید نظامی سرورق کی شان بڑھا رہے تھے۔ فخر پاکستان ارفع کریم اور معصوم سے عبداللہ اور محمد ریحان کی معصومیت بھی چھا رہی تھی۔ کشمیر بنے گا پاکستان کشمیریوں کے ساتھ پاکستانیوں کے دل کی بھی آواز ہے۔ حمد ونعت کرنیں پڑھنے کے بعد اداریہ پڑھا۔ اداریہ ہمیشہ کوئی اچھی بات سکھاتا ہے۔ اللہ کشمیری بہن بھائیوں کو آزادی عطا کرے آمین، ہم آزاد فضاؤں میں پیدا ہوئے اس لئے آزادی کی قدر ومنزلت کا صحیح سے اندازہ نہیں اللہ ہماری آزادی کو بھی قائم رکھے آمین۔

نثار عظیم انجم کا مضمون بے مثال شخصیت واقعی بے مثال تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ان کی سیرت پہ لکھنے کے لئے اگر دریاؤں کو سیاہی اور تمام دنیا کے درختوں کو قلم بنا لیا جائے تو تب بھی ان کی سیرت کو احاطہ قلم میں نہیں لایا جاسکتا۔ شازیہ ہاشم کی تحریر حضرت بلالؓ پڑھ کر ایمان تازہ ہوگیا۔ کیا خوبصورت لوگ تھے جنہوں نے اتنی مشکلات ومصائب برداشت کیے لیکن حق کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ ہمارا بھی ایمان مضبوط فرمائے۔ آمین۔ نذیر انبالوی کی تحریر ہمیشہ زندہ رہیں گے کشمیریوں کی بہادری کی ایک داستان تھی۔ الوینہ علی خان نے ہمیں اپنے سفرنامے میں کاغان کی سیر کروائی بہت اچھا لگا۔ حمید نظامی کے بارے میں پڑھ کر اچھا لگا اگر ان کے کہنے کے مطابق امریکی امداد مسترد کردی جاتی تو آج ہم کشکول لیے کھڑے نہ ہوتے۔ شاید اقبال کی تحریر انمول رشتے بہت پیاری تحریر تھی ماں ایک رحمت ہے ایک چھاؤں ہے۔ صبا جاوید کی تحریر عزم نو میں حارب کا غرور تکبر میں رہنے والا سر عاجزی اور خدا کی شکر گزاری میں جھکتا بہت اچھا لگا۔ ابن نیاز نے بہت بہترین انداز میں اپنی تحریر کے ذریعے سمجھایا کہ غصہ حرام ہے۔ کہکشاں پھول انسائیکلوپیڈیا اور سب سلسلے بہت اچھے تھے۔ نظمیں بھی ساری کی ساری بہت اچھی تھیں۔ الختصر سارا پھول ہی بہترین تھا۔ وطن عزیز کے لئے دعا۔ پاکستان زندہ باد

(عائشہ طارق ڈھول کلاں گجرات)

☆☆☆

قصور کس کا؟

ہم سب کو اس بارے میں سوچنا چاہئے

سلمان یوسف سمیجہ

جاوید صاحب دفتر سے گھر لوٹے ہال کمرے میں داخل ہوئے تو فالتو پنکھا چلتا دیکھ کر بند کر دیا۔ اپنی بڑی بیٹی شمسہ کے کمرے میں داخل ہوئے تو ایک سرد آہ بھری۔ کیونکہ شمسہ کے کمرے میں ٹی وی آن تھا جبکہ وہاں ٹی وی دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ ٹی وی بند کیا، چھوٹی بیٹی صدف کے کمرے میں بھی کوئی نہ تھا جبکہ وہاں بھی بلب جل رہا تھا۔ بلب بند کر دیا۔ وہ لاؤنج میں چلے آئے جہاں ان کی بیوی نازیہ اور دونوں بیٹیاں کرسیوں پر براجمان تھیں۔ نازیہ بیگم چائے کی چسکیاں لے رہی تھیں جبکہ شمسہ اور صدف کہانیوں کی کتابیں پڑھنے میں مشغول تھیں۔

''ارے آپ آگئے؟ بیٹھئے''۔ نازیہ بیگم نے شوہر کو خوش آمدید کہا۔

جاوید صاحب ایک خالی پڑی کرسی پر بیٹھ گئے اور بیٹھتے ہی بولے۔ ''بیگم ہال میں پنکھا کس نے چلایا تھا''۔

''وہ کمرے میں بیٹھی تھی اور یہاں لاؤنج میں آ گئی بے دھیانی میں پنکھا بند کرنا بھول گئی''۔ نازیہ بیگم نے جواب دیا۔

''شمسہ کے کمرے میں ٹی وی اور صدف کے کمرے میں بلب کس نے چلایا تھا؟''۔ جاوید صاحب نے دوبارہ سوال کیا۔

''میں نے انہیں باہر بلایا تھا۔ شاید یہ بھی آتے ہوئے بھول گئی ہوں گی''۔ بیگم نازیہ نے کہا۔

''اکثر ہماری چھوٹی چھوٹی لاپروائیاں بڑے بڑے طوفان کھڑے کر دیتی ہیں۔ تم لوگ زیادہ مقدار میں بجلی خرچ کرتے ہو، جس سے زیادہ بل آتا ہے۔ پچھلے ماہ دس ہزار بل آیا تھا''۔ جاوید صاحب بولے۔

''تو کیا ہوا۔ اس زمانے میں دس ہزار تھوڑی رقم ہے۔ آپ ہر ماہ آسانی سے تو بل ادا کر دیتے ہیں۔ باقی گیس کا بل بھی خوشی خوشی ادا کر دیتے ہیں''۔ بیگم نازیہ نے پرواہ نہ کرنے والے انداز میں کہا۔

''پھر بھی''۔ جاوید صاحب نے بات شروع کر دی۔ ''اچھا یہ بتاؤ کہ لوڈشیڈنگ کیوں ہوتی ہے؟''۔

جاوید صاحب کے اس سوال پر نازیہ بیگم چونکیں۔ دونوں بچیوں نے بھی کہانیوں کی کتابیں بند کر کے سامنے رکھی میز پر رکھ دیں اور باتوں میں دلچسپی لینے لگیں۔ ''لوڈشیڈنگ کیوں ہوتی ہے بھلا؟''۔ نازیہ بیگم نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

''بجلی کے بے جا استعمال سے ہی تو لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ ہم بجلی کو ضائع کر رہے ہیں، ہم اس بات پر دھیان نہیں دیتے کہ بجلی قومی دولت ہے۔ اب بجلی کو فالتو میں استعمال کریں گے تو لوڈشیڈنگ تو ہوگی نا! لیکن ہم حکومت کو کوستے ہیں کہ ایک گھنٹہ بجلی دی اور دو دو گھنٹے بند کر دی۔ ہم اپنی عادات پر دھیان نہیں دیتے کہ ہم کیا نقصان کر رہے ہیں۔ ہم خود ہی اس المیے کے ذمہ دار ہیں، حکومت نہیں''۔ اتنا کہہ کر انہوں نے بیوی اور بچیوں پر نظر دوڑائی۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئے کہ سب باتوں کو دلچسپی سے سن رہے ہیں۔ موقع غنیمت جان کر انہوں نے ایک واقعہ سنانے کا آغاز کیا۔ ''سب کو پتہ ہے کہ قائداعظمؒ اس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے والے رہنما تھے اور پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بھی تھے۔ وہ گورنر جنرل ہاؤس میں رہتے تھے۔ گورنر جنرل ہاؤس میں اگر کوئی فالتو میں بلب جل رہا ہوتا تو وہ بلب کو بند کر دیتے تھے۔ ایک روز جنرل ہاؤس میں بلب روشن تھا۔ قائداعظمؒ نے بلب بند کر دیا۔ ان کا سیکرٹری دیکھ رہا تھا۔ وہ قائداعظمؒ سے بولا ''سر آپ ایسا نہ کیا کریں آپ کو ایسا کرتا دیکھ کر ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔ اگر چند بلب روشن ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا''۔ سیکرٹری کی بات سن کر قائداعظمؒ بولے۔ ''پیسے کا بے جا خرچ کرنا گناہ ہے اور عوام کے پیسے کو خرچ کرنا تو اس سے بھی بہت بڑا گناہ ہے''۔

قائداعظمؒ یہ طریقہ صرف گورنر جنرل ہاؤس میں ہی نہیں اپناتے تھے بلکہ ہر مقام پر آپ ایسا کرتے تھے''۔

نازیہ بیگم، شمسہ اور صدف بڑی دلچسپی سے جاوید صاحب کی گفتگو سن رہی تھیں اور انہیں حیرانی کے عالم میں تکے جا رہی تھیں۔ جاوید صاحب نے ایک بار پھر ان کو دیکھا۔ اس بار تو وہ پہلے سے بھی زیادہ اطمینان محسوس کر رہے تھے۔

''میری باتیں سمجھ میں آئیں یا ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیں''۔ جاوید صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''جی آ گئیں''۔ بیگم نازیہ نے بھی بچیوں کے ساتھ یک زبان ہو کر بچوں والے انداز میں کہا تو جاوید صاحب خوش ہو گئے اور ان کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

☆☆☆

مہ جبین تاج ارزانی

بچوں کو صحن میں انڈے دکھائی دیئے تو وہ........

تیتر کا انڈا

سلطان بہت پیارا اور تمیزدار بچہ تھا۔ وہ جس گاؤں میں رہتا تھا وہاں کوئی سکول نہ ہونے کی وجہ سے اسے کافی دور دوسرے گاؤں جانا پڑتا تھا مگر وہ خوشی خوشی سکول جاتا کیونکہ اسے پڑھنے لکھنے کا بے حد شوق تھا۔

سلطان اور اس گاؤں کے مزید سات لڑکے ٹولی کی صورت میں جاتے تھے۔ راستے بھر اچھل کود، ہنسی مذاق ہوتا۔ کبھی بیری جھاڑی سے مٹھی بھر سرخ سرخ بیریاں توڑ کر کھاتے جاتے۔ کبھی جنگلی پھولوں کے گچھوں کے گچھے توڑ کر بطور گلدستہ استانی صاحبہ کو پیش کیا جاتا۔ سب سے زیادہ مزہ ریل گاڑی بنانے میں آتا تھا۔ سارے لڑکے قطار میں کھڑے ہو کر، ایک دوسرے کے کندھے کو پکڑ کر چھک چھک کی آواز نکالتے، ریل گاڑی بن کر اونچے نیچے راستوں پر دوڑتے، ہنستے کھیلتے سکول پہنچ جاتے اور پتا بھی نہیں چلتا۔

آج بھی وہ لمبی سی ریل گاڑی بنائے چھک چھک کی آوازیں نکالتے کندھوں سے بستے لٹکائے دوڑے چلے جا رہے تھے کہ اچانک درختوں کے جھنڈ سے عاصم چاچا نکلے، بکریوں کو ہنکانے والا ڈنڈا زور سے زمین پر مارا اور غصے کے عالم میں چیخے۔ ”روک دو اپنی یہ ریل گاڑی، میری بکریاں پرسوں بھی تمہاری اس ریل گاڑی کی چھک چھک سے ڈر کر بھاگ گئی تھیں“۔

لڑکوں نے ان کی بات سن کر برا سا منہ بنایا۔ تاہم انہیں کوئی جواب دیئے بغیر علیحدہ علیحدہ چلنے لگے۔

سکول میں داخل ہوئے تو ایک طرف چھوٹے بچوں کا ہجوم نظر آیا۔ خاص بات یہ تھی کہ وہ سب دائرے کی صورت میں کسی چیز کو دیکھنے کے لئے سر جوڑے کھڑے تھے۔

”یقیناً درخت سے کسی پرندے کا بچہ گرا ہوگا“۔ فیصل نے تبصرہ کیا۔ وہ سب اسی ہجوم کی جانب بڑھ گئے۔ سکول میں سلطان کا قد سب سے زیادہ لمبا تھا۔ اسی لئے درخت سے گرنے والے پرندوں کے بچوں کو گھونسلے میں واپس رکھنا اسی کی ذمہ داری تھی۔ اس نے جھک کر پرندے کا بچہ اٹھایا جو بہت زیادہ زخمی تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ درخت پر بسیرا کرنے والے پرندوں سے بالکل مختلف تھا۔ کوؤں کا غول سر پر کائیں کائیں کرتا منڈلا رہا تھا۔ جائزہ لینے پر پتہ چلا اس کا ایک پر بے حد زخمی تھا اور وہ خود تقریباً بے ہوش تھا۔ وہ زخمی پرندے کو ہاتھ میں لے کر جماعت کی طرف بڑھ گیا۔ سب دوست اس کے پیچھے بھاگے۔

”تم نے اسے گھونسلے میں کیوں نہیں رکھا؟“۔ فیصل نے سب سے پہلے پوچھا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے پرندے کو ان سب کے سامنے کر دیا۔

”کیونکہ یہ بہت زخمی ہے۔ اسے شاید کوؤں نے مار مار کر زخمی کیا ہے۔ اسی لئے نہیں رکھا“۔ اس کی بات سن کر دوستوں نے غور سے پرندے کے بچے کو دیکھا۔ انہیں سلطان کی بات درست لگی کیونکہ کوے کسی دوسرے پرندے کو درخت پر بالکل برداشت نہیں کرتے۔

”وہ سب تو ٹھیک ہے مگر اب اس کا کریں گے کیا؟“۔ علی نے فکری مندی سے پوچھا۔

”اسے میں اپنے گھر لے جاؤں گا۔ میری امی اس کی دیکھ بھال کریں گی تو یہ ٹھیک ہو جائے گا“۔

”مسئلہ تو چھٹی کے وقت تک اسے سکول میں رکھنے کا تھا۔ کہاں رکھیں گے؟“۔ سلیم کی بات سن کر سب ہی سوچ میں پڑ گئے۔

چھوٹا حذیفہ ہمیشہ ہی عقل مندی کی بات کرتا تھا فوراً بولا۔ ”ایسا کرو اسے ہماری جماعت کی کھڑکی کے ساتھ والی بالکونی میں رکھ دو۔ یہ اڑ تو سکتا نہیں“۔

حذیفہ کی ترکیب سب کو پسند آئی۔ بالکونی میں رکھنے سے پہلے پرندے کو پانی پلایا گیا۔ سلطان نے اپنے کھانے کے ڈبے سے پراٹھے کا ننھا سا ٹکڑا توڑا اور مسل کر اس کے منہ میں ڈالا۔ حذیفہ بالکونی میں کودا، فیصل نے استانی کی الماری سے فالتو اخبار نکالے اور اسے اخباروں کے درمیان میں بالکونی میں چھپا دیا گیا۔

”حذیفہ جلدی باہر آؤ، مس آ رہی ہیں“۔ فیصل نے گھبرا کر سرگوشی کی۔ باقی لڑکے بھی خوفزدہ ہو گئے کیونکہ اگر وہ پرندے کے ساتھ پکڑے جاتے تو یہ سمجھا جاتا کہ انہوں نے پرندے کو گھونسلے سے نکالا ہے اور پھر واپس نہیں رکھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

حذیفہ گھبرا تو گیا تھا مگر مس کے جماعت میں داخل ہونے سے پہلے بالکونی سے کھڑکی کے راستے جماعت میں موجود تھا۔

اللہ اللہ کر کے کھانے کا وقفہ ہوا۔ سب نے اپنے اپنے کھانے سے تھوڑا تھوڑا سا نکال کر کاغذ پر رکھا۔ حذیفہ نے پرندے کو بھی لنچ کروانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ پانی پلانے کے چکر میں پورا گلاس اس کے اوپر جا گرا۔

کھانے کا وقفہ ختم ہوا تو سب دوبارہ اپنی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ حساب کے پیریڈ میں اچانک حارث ہاتھ ہلا ہلا کر چلانے لگا۔ ''ہش ہش، ہش ہش''۔

باقی لڑکوں کی بالکونی پر نظر پڑی۔ یہاں ایک موٹی تازی بلی بالکونی کی دیوار پر دبے قدموں چل رہی تھی۔ وہ سب بے ساختہ چیخے۔ ساتھ ہی ہاتھ سے مکھی اڑانے جیسا اشارہ کیا۔ ''ہش ہش، ہش ہش''۔ حساب کے استاد صاحب نے اس عجیب و غریب شور پر میز پر ہاتھ مارا اور زور سے بولے۔ ''کیا آپ سب نے بلی پہلی مرتبہ دیکھی ہے جو اس طرح شور مچا رہے ہو؟''۔

بلی بھاگ چکی تھی۔ اس لئے سارے لڑکے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ صرف سلطان تھا۔ جس کی توجہ اپنے کام کے بجائے بالکونی کی طرف تھی۔

اس دن چھٹی بہت دیر سے ہوئی یا سلطان اور اس کے دوستوں کو لگا۔

حذیفہ چھٹی کے بعد ایک مرتبہ پھر بالکونی میں کودا اور پرندے کے زخمی بچے کو اٹھا لایا۔ وہ سب اپنے نئے دوست کے ساتھ خوشی خوشی گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر پہنچتے ہی سلطان نے امی کو پرندے کا بچہ دکھایا۔

''اوہو! یہ تو بہت زخمی ہے''۔ انہوں نے فکر مندی سے کہا۔

''پانی گرنے کی وجہ سے اسے ٹھنڈ بھی لگ گئی ہے۔ دیکھو تو کتنا کانپ رہا ہے''۔ امی نے اسے الٹ پلٹ کیا۔ ''جاؤ جلدی سے مرہم لے آؤ''۔

سلطان بھاگ کر گیا اور مرہم اٹھا لایا۔ مرہم لگانے کے بعد گرم دودھ پلایا اور سلطان کو دیتے ہوئے بولیں۔

''اسے لکڑیوں کے گٹھے کے اوپر رکھے فالتو کپڑوں کی گٹھڑی میں رکھ دو تاکہ اس کا جسم سوکھ جائے''۔ اسے یاد آیا کہ گھر کے اس حصے میں بلی آتی جاتی رہتی ہے۔ اس لئے اس نے گٹھڑی اٹھا کر الماری میں رکھ دی۔ کھانا کھاتے ہوئے امی سے پوچھنے لگا۔ ''امی یہ کبوتر ہے کیا؟''۔

امی ہنس پڑیں۔ ''نہیں بیٹا یہ تیتر ہے''۔

''یہ انڈے کب دے گا امی؟''۔ امی نے حیرت زدہ ہو کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر جواب دیا۔ ''یہ دو دن بعد انڈے دے گا''۔ یہ سن کر سلطان اور اس کے دونوں بہن بھائی خوش ہو گئے۔

دوسرے دن سکول جاتے ہوئے اس نے اپنے دوستوں کو بھی یہ بات بتائی کہ ان کا تیتر دو دن بعد انڈے دے گا۔ اس کے سارے دوستوں نے فرمائش کی کہ چونکہ انہوں نے کبھی تیتر کا انڈا نہیں دیکھا ہے اس لئے انہیں بھی لا کر دکھائے۔

تیتر کی دیکھ بھال کرتے، اسے دانا کھلاتے، انڈوں کا انتظار کرتے دو دن گزر گئے۔ صبح سکول جانے سے پہلے اس نے امی سے پوچھا۔ ''آج تیتر انڈا دے گا نا؟''۔ امی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا ''تیتر نے تو انڈا دے بھی دیا ہے یہ دیکھو''۔

انہوں نے انڈوں کی ٹوکری سے ایک انڈا دکھایا۔

سلطان کا چھوٹا بھائی بولا ''یہ تو بالکل مرغی کے انڈے جیسا ہے''۔

امی نے مسکرا کر ہنکارہ بھرا ''ہم م م م''۔

''امی میں سکول سے واپسی پر اپنے دوستوں کو گھر لے آؤں گا۔ انہیں بھی تیتر کا انڈا دیکھنا ہے''۔ سلطان نے امی کو بتایا۔ امی نے سر ہلا کر پھولوں کا گجرا اس کی جانب بڑھایا۔ جو وہ سکول جانے سے پہلے دادی کی پانی کی صراحی کی گردن پر باندھتا تھا۔ امی کی عادت تھی وہ روز صبح گھر میں لگے پھولوں کے پودوں سے پھول توڑ کر دھاگے میں پرو دیتیں اور وہ صراحی کی گردن پر باندھ دیتا۔ آج وہ جیسے ہی صراحی کے قریب گیا۔ ''پچ'' سے اس کے پیروں کے نیچے کوئی چیز آ کر پچک گئی۔ جھک کر دیکھا تو وہ ایک انڈا تھا۔

امی دیکھیں تیتر کا ایک اور انڈا۔ امی اور بہن بھائی دوڑے چلے آئے۔

''اوہو! یہ تو ٹوٹ گیا''۔ اس کی چھوٹی بہن دکھ سے بولی۔

سلطان کے چھوٹے بھائی نے اپنی بھوری گول آنکھیں گھما گھما کر صحن کا جائزہ لیا۔ ایک جگہ اسے کچھ ابھری ہوئی نظر آئی۔ امی لکڑی کے ڈھیر کے پاس ایک اور انڈا۔ وہ سب بھاگے۔ چھوٹی کو پھولوں کی کیاری کے پاس سے اور سلطان کو پانی کی ٹنکی کے قریب ایک ایک انڈا ملا۔

اتنے میں دادی نماز پڑھ کر صحن میں آئیں۔

''ارے بچو! آپ سب سکول جانے کیلئے ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئے''۔

''دیکھیں دادی جان تیتر کے انڈے''۔ تینوں نے اپنے اپنے ہاتھوں میں پکڑے انڈے ان کے سامنے کئے۔

''تیتر کا انڈا؟؟ ارے ہٹو تیتر بھی کبھی انڈے دیتا ہے۔ انڈے تو تیتری دیتی ہے۔ جیسے ہمارے گھر کی مرغیاں انڈے دیتی ہیں۔ مرغے نہیں''۔

تینوں بچوں کے ساتھ ساتھ دادی نے بھی امی کو حیرت سے دیکھا پھر ان کی شرارت سمجھ کر ہنس پڑے۔ امی بھی۔

''کیسا؟؟''۔ امی نے شرارت سے پوچھا۔

''مزے دار!'' بچوں کو واقعی امی کی شرارت نے بہت لطف دیا تھا۔ چھوٹو بھوری گول آنکھیں گھما کر بولا۔ ''جب ہی میں کہوں ہمارے گھر کی چار مرغیاں اتنے انڈے نہیں دیتیں جتنے اکیلے تیتر نے ایک دن میں دے دیئے''۔

سب ایک مرتبہ پھر ہنس پڑے۔

☆☆☆

وہ دوستی کا حامی تھا لیکن دلائل بھی مضبوط تھے......

دوستی کیسے ممکن ہے؟

رانا محمد شاہد

''پاک بھارت دوستی پروان چڑھنی چاہئے تاکہ اس خطے میں بھی امن اور خوشحالی آئے۔ یوں یہ ممالک بھی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو سکیں''......ریحان نے اپنے دوست راشد سے کہا۔

''مگر یہ امن، خوشحالی اور ترقی کیسے ممکن ہوگی......کیونکہ جب تک ہم اپنے بنیادی تنازعات کو حل نہیں کر لیتے، دوستی ممکن نہیں ہے اور اگر ایسا کر بھی لیں تو چند ہفتوں یا مہینوں کی بات ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ہو جائے گا، یا ایسا بیان آ جائے گا کہ دوستی صرف چند خیر سگالی جملوں و بات چیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گی......''۔ راشد نے تفصیل سے بتایا اور اخبار اٹھا لیا۔ ریحان اور راشد دونوں گریجوایشن کے طالب علم تھے اور اس وقت لائبریری میں بیٹھے اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔ پاکستان اور بھارت کے مابین دوستی کے حوالے سے خبریں اخبارات کی شہ سرخیوں کا حصہ تھیں کیونکہ حال ہی میں بھارتی وزیراعظم پاکستان کے دورے پر آئے تھے اور دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ میڈیا اس دوستی کے ہر پہلو پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ بعض تجزیہ نگاروں کا یہ بھی موقف تھا کہ بھارت کی طرف سے دوستی کا ہاتھ ایسے ہی نہیں بڑھایا گیا اس میں ہندو کی کوئی نہ کوئی چال ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' ہندو کا وطیرہ رہا ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے پھر اپنے مفاد کو بھارتی حکمرانوں نے ہمیشہ اہمیت دی ہے، حالانکہ دوستی برابری کی سطح پر ہوتی ہے، فائدے اٹھاتے ہیں تو دونوں اور اگر نقصان بھی ہو تو دونوں کا۔

راشد بھی اپنے دوست کو یہی بتانا چاہتا تھا کہ بھارت کی دوستی کسی مجبوری یا اپنے مفاد کیلئے ہو سکتی ہے، جونہی یہ دونوں باتیں نہ رہیں، دوستی بھی ختم ہو جائے گی اور بنایا گیا پلیٹ فارم بھی خود بخود ختم ہو جائے گا جبکہ دوسری طرف ریحان کا کہنا تھا کہ دوستی کے بغیر ترقی ممکن نہیں دوستی بے حد ضروری ہے۔ ''تمہیں یاد ہے جب کشمیر سنگھ کو رہا کیا جا رہا تھا تو اس کے کیسے بیانات تھے۔ اور واہگہ بارڈر کراس کرتے ہی اس کے بیانات کیسے بدل گئے۔ اس نے وہاں جا کر اعتراف کیا کہ میں اپنے ملک کیلئے جاسوسی کرتا تھا اور مجھے اس پر فخر ہے۔ بھارت میں مجموعی طور پر ایسی ہی سوچ ہے۔ یہاں سے بارہا اچھے اقدامات کئے گئے مگر بھارت نے کبھی ان اچھے اقدامات کا مثبت جواب نہ دیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں بھارتی ماہی گیر رہا کئے گئے۔ برسوں سے قید جاسوس رہا کئے گئے اور جواب میں کیا ملا۔ پاکستانی نوجوانوں کی نعشیں......''۔ راشد اپنے موقف کے حوالے سے جذباتی ہو رہا تھا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر یہ بھی تو دیکھو دشمنی سے حاصل کیا ہوگا۔ پاک بھارت دوستی کے بغیر یہ خطہ ترقی بھی تو نہیں کر سکتا......اور......''۔

''ترقی کبھی بھی اپنے بنیادی مقاصد سے انحراف کر کے نہیں کی جا سکتی۔ پالیسیز میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، اصولوں پر سودے بازی نہیں ہوتی''۔ راشد نے جذباتی انداز میں ریحان کی بات کاٹ کر کہا۔ ''کیا ترقی کیلئے ہم کشمیر سے پیچھے ہٹ جائیں۔ جسے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے شہ رگ قرار دیا تھا۔ کوئی اپنی شہ رگ دشمن کی تلوار کے حوالے کر سکتا ہے۔ ہندو کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے حالانکہ تقسیم ہند اس بنیاد پر ہوئی تھی کہ مسلم اکثریت والے صوبے پاکستان میں اور ہندو اکثریت کے صوبے بھارت میں شامل ہونگے۔ کشمیر مسلم اکثریتی صوبہ تھا۔ اصولاً اسے پاکستان میں شامل ہونا چاہئے تھا حالانکہ 1948ء میں اس وقت کے بھارتی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی کہا تھا کہ ''ہم نے اس الحاق کو قبول کرنے اور فضا سے اپنی فوجیں بھیجنے کا فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن ہم نے یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ آخر کار جب امن اور قانونی نظام بحال ہوگا تو کشمیری عوام خود الحاق کا فیصلہ کریں گے''۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھارت کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرتا گیا اور آج یہ بھارت کا ''اٹوٹ انگ'' ہے۔ بھارت سے دوستی کی توقع رکھنا فضول ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تقسیم ہند کے بعد سے آج تک بھارت نے پاکستان کے وجود کو دل سے قبول نہیں کیا۔ آدھا پاکستان ٹوٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ گزشتہ سال بھارتی وزیراعظم بنگلہ دیش جا کر کہتے ہیں ہمارے بہادر فوجیوں نے مکتی باہنی کے ساتھ مل کر پاکستان توڑا تھا۔ یہ باتیں اور دعوے دوستی کی نیت رکھنے والوں کے نہیں ہوا کرتے......''۔
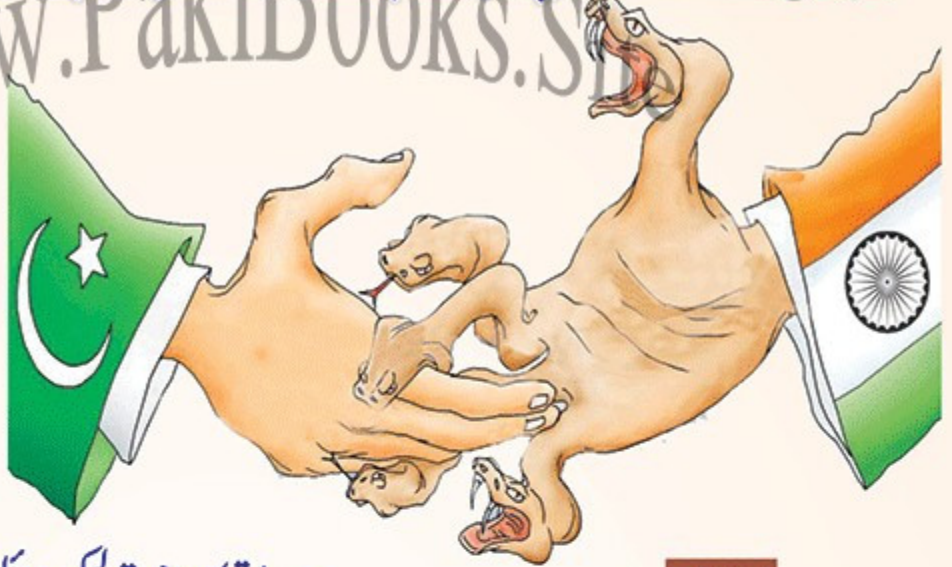
لیکن یہ بھی تو سوچو آج نہیں تو کل دونوں ممالک کو ایک ساتھ چلنا پڑے گا اور ایسا دوستی کے بغیر ممکن نہیں......'' ۔ ریحان اپنی بات پر قائم تھا۔

''اور اگر میں کہوں کہ پاک بھارت دوستی ممکن نہیں ہے تو......جب دوستی ہی ممکن نہیں تو پھر ایک ساتھ چلنا اور ترقی......یہ بے کار باتیں ہیں''۔ راشد نے جیسے دوٹوک انداز میں بات کہہ دی ہو۔

''مگر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ دوستی ممکن ہی نہیں......''۔ ریحان نے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں ......"۔ راشد کو جیسے اس بات کا یقین ہو۔ "تقسیم سے لے کر آج تک بھارت نے پاکستان کی مثبت پیش قدمی کو کبھی حوصلہ افزا جواب نہیں دیا۔ درحقیقت بھارت اور پاکستان دو ملکوں کا نام نہیں ہے۔ یہ دو الگ مذاہب، الگ تہذیب اور الگ سوچ کے حامل لوگوں کے ملک ہیں۔ ذرا سوچئے! بھارت اگر پاکستان کا دوست بن سکتا تو پھر ہمیں الگ ملک کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟۔ جب ہندو اور مسلمان اکٹھے رہ سکتے، ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کرتے، ایک دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھنے والے ہوتے تو پھر الگ ملکوں کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟...... آج کے بھارت کی طرف دیکھ لو۔ ہم سے زیادہ مسلمان وہاں رہتے ہیں جبکہ کوئی ایک نام نہاد مسلمان بھی حق و سچ کی بات کرتا ہے تو کیسے کیسے طریقے سے اس کی تذلیل کی جاتی ہے۔ بھارت خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہتا ہے مگر دیکھو تو سہی جب اس کے اپنے ملک کے لوگ حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں تو انہیں آستین کے سانپ کہا جاتا ہے۔ حال ہی میں ان کے مسلمان اداکاروں نے اتنا کہا تھا کہ بھارت میں انتہا پسندی بڑھ رہی ہے، ایسے حالات میں یہاں رہنا مشکل ہے، تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ سانپ ہیں جنہیں بھارت دودھ پلاتا رہا ہے۔ لوگ حقیقت سے پردہ اٹھانے سے ڈرتے ہیں"۔ میری بات غور سے سنو۔ راشد نے ریحان کی توجہ حاصل کرتے ہوئے بات آگے بڑھائی۔

"دو قومی نظریہ کی بنیاد اسی بات پر تو تھی کہ ہم مسلمان اور ہندو اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس لئے الگ الگ ملک ہی دونوں کے لئے بہتر ہوگا۔ آج بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے۔ کیا یہ دو قومی نظریے کو سچ کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟۔ پچھلے دنوں گائے ذبح کرنے پر کئی مسلمانوں کو مار دیا گیا۔ ایک بیچارہ تو یوں مارا گیا کہ ہندو مجمع نے اعلان کر دیا کہ فلاں کے فریج میں گائے کا گوشت ہے۔ مجمع نے اس شخص کے گھر دھاوا بول دیا اور اسے اس وقت تک مارا جب تک اس کی جان نہیں نکل گئی جبکہ بعد میں پتہ چلا وہ گوشت گائے کا نہیں بکرے کا تھا۔ تم نے یقیناً سن رکھا ہوگا کہ پاکستان بننے سے قبل اور تقسیم کے وقت بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ کیا یہ واقعات دو قومی نظریے کو سچ ثابت نہیں کر رہے......" ۔ریحان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ اب اس کے پاس بولنے کو کچھ نہیں ہے۔

"آج بھی بھارت میں رہنے والا مسلمان اپنے مذہب و خیالات میں اس حد تک آزاد نہیں ہے۔ جتنا یہاں ہے۔ آئے روز کے واقعات نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے کو سچ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اگر ہماری پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں تو گزشتہ سال پھانسی سے پہلے یعقوب میمن کے آخری الفاظ پڑھ لو۔ 1993ء میں ہونے والے ممبئی بم دھماکوں کے الزام میں گزشتہ سال یعقوب میمن کو پھانسی دے دی گئی۔ بھارت کے ہی بہت سے نامور لوگ یہ کہتے رہے کہ یعقوب میمن بے گناہ ہے۔ اسے پھانسی دینا انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔ جب یعقوب میمن کو پھانسی دے دی گئی تو یہ آواز بھی آتی رہی انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے گئے۔ یعقوب میمن کو جب سنٹرل جیل ناگ پور میں پھانسی دیدی گئی تو اس سے پہلے اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ "محمد علی جناح ٹھیک کہتے تھے۔ اگر ہمارے بزرگوں نے پاکستان بننے کی مخالفت نہ کی ہوتی تو شاید آج پاکستان رقبے میں زیادہ بڑا اور زیادہ طاقتور ہوتا۔ مجھے ہندوستانی ہونے پر شرمندگی ہے اور میرے خیال میں ہندوستان کے مسلمان بزدل ہیں میں کشمیر کے مسلمانوں کو سلام پیش کرتا ہوں وہ ہندوستانی مسلمانوں کی طرح بزدل نہیں ہیں"۔

ان سب باتوں کے بعد بھی اگر ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں تو نہ جانے کب کھلیں گی"۔ ریحان اب راشد کی باتوں کی سر ہلا کر تصدیق کر رہا تھا۔ لگتا تھا کہ اس پر حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

☆☆☆

حضرت قائداعظمؒ کی تقریر

قائداعظمؒ! تمہارے کارناموں کو سلام!
تیرے سارے موسموں رنگیں بہاروں کو سلام!
خواب جو اقبالؒ نے دیکھا اسے تعبیر دی
آپ کے ہاتھوں میں رب نے نئی تعمیر دی
فتح قسمت میں لکھی تھی کاتب تقدیر نے
ابھی تمہیں آواز دی ہے وادی کشمیر نے
پاک وطن پیارا دیا ہم کو تیرا احسان ہے
جان سے پیارے وطن کا نام پاکستان ہے
قوم جو مغموم تھی اس کو سہارا مل گیا
ڈوبتی کشتی کو طوفاں میں کنارہ مل گیا
آج یہ میرا وطن آزاد ہے دلشاد ہے
خطہ جنت نشاں خوشحال اور آباد ہے
اے وطن تجھ پر ہماری جاں بھی قربان ہے
قائداعظمؒ بنا جنت کا تو مہمان ہے
تیری ہمت تھی جواں اور حوصلہ بھی تھا بلند
کام جو تو نے دکھایا ہے ہمیں سب کو پسند
سرزمین پاک پر چرچے تمہارے عام ہیں
اور دشمن کے ارادے بھی ہوئے ناکام ہیں
بچہ بچہ قوم کا تیرا بنا ہے جاں نثار
جو بڑے لیڈر ہیں دنیا کے ہے تو ان میں شمار

ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی۔ شورکوٹ جھنگ

☆☆☆

دوستی کا پھل

تحریر: شفیع عقیل......انتخاب: مہک فاطمہ

شکاری کے ارادے خطرناک تھے اور وہ........

کسی جنگل میں ایک کبوتر اور کبوتری امن وسکون سے رہ رہے تھے جب کبوتری نے گھونسلے میں انڈے دیے تو اسے اپنی اور انڈوں کی حفاظت کی فکر ہوئی۔ دونوں نے صلاح کی کہ کسی قریب رہنے والے جانور کو دوست بنا لیا جائے جو مصیبت میں کام آسکے۔

کبوتر نے بتایا کہ یہاں سے نزدیک ایک درخت پر گدھوں کا جوڑا رہتا ہے میرے خیال میں ان سے دوستی سودمند رہے گی۔ کبوتری کہنے لگی اگرچہ وہ ہماری برادری کے نہیں ہیں لیکن دوستی میں یہ چیز نہیں دیکھی جاتی۔

کبوتر اور کبوتری گدھوں کے جوڑے کے پاس پہنچے اور آپس میں دوستی قائم کرنے کا دلی منشا بیان کیا۔ گدھوں نے اتفاق کیا کہ دوستی اچھی چیز ہے مصیبت میں ایک دوسرے کی مدد ہی سودمند رہتی ہے۔ انہوں نے یہ رائے دی کہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک سانپ رہتا ہے۔ بہتر ہے اسے بھی دوستی کے رشتے میں پرو لیا جائے۔ جب یہ پرندے سانپ کے پاس پہنچے تو سانپ نے بھی ان کی خواہش کا احترام کیا۔ یوں پانچوں دوستی کے رشتے میں منسلک ہوگئے۔

ایک دن ایک شکاری جنگل میں آنکلا۔ جب اسے کوئی اور شکار نہ ملا تو اس نے چاہا کہ خالی ہاتھ واپس جانے کی بجائے کبوتر کے گھونسلے سے بچے ہی نکال لئے جائیں۔ اندھیرا ہورہا تھا۔ اس نے کچھ خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ روشن کی تاکہ اس کی روشنی میں درخت پر چڑھ کر آسانی سے کبوتر کا گھونسلا ڈھونڈ سکے۔ کبوتر اور کبوتری خاصے پریشان ہوئے۔ انہوں نے چاہا کہ اپنے دوستوں کو مدد کے لئے بلائیں لیکن پھر سوچا کہ پہلے اپنی مدد آپ کا سنہری اصول آزمایا جائے۔ بات قابو سے باہر ہوگئی تو دوستوں کو بھی بلالیں گے۔ دونوں تیزی سے قریبی دریا پر پہنچے اور چونچوں اور پنجوں میں پانی بھر کر لائے اور آگ پر پھینک دیا۔ آگ بجھ گئی۔ شکاری کو اندھیرے میں گھونسلا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اس لئے وہ درخت سے نیچے اتر آیا اور دوبارہ آگ جلائی۔ کبوتر اور کبوتری نے دوبارہ پانی لا کر آگ بجھا دی۔ اب کے شکاری کو غصہ آیا۔ اس نے موٹی موٹی لکڑیاں اکٹھی کیں تاکہ آگ جلد نہ بجھ سکے۔

کبوتر اور کبوتری نے صورتحال قابو سے باہر دیکھی تو گدھوں کے جوڑے سے رابطہ کیا۔ دونوں فوراً امداد کے لئے پہنچے اور اپنے بڑے بڑے پنجوں اور پروں کی مدد سے دریا سے پانی لائے اور اس سے قبل کہ شکاری روشنی میں کبوتر کے گھونسلے تک پہنچے، آگ بجھا دی۔ اندھیرا مزید بڑھ گیا تھا۔ شکاری اپنی ناکامی سے تلملا رہا تھا۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ رات جنگل ہی میں گزاری جائے۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی روشنی میں کبوتر کے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ شکاری جنگل میں آرام سے کپڑا بچھا کر لیٹ گیا۔ چاروں پرندوں نے شکاری کی نیت کو بھانپ لیا۔ انہوں نے سوچا کہ ایسے میں سانپ ہی ان کے کام آسکتا ہے۔ وہ سانپ کے پاس پہنچے اور تمام قصہ بیان کیا۔ سانپ نے تسلی دی کہ تم فکر نہ کرو صبح سب انتظامات ہوجائیں گے۔

اگلی صبح شکاری بیدار ہوا وہ کبوتر کے بچے حاصل کرنے کیلئے درخت پر چڑھنے لگا لیکن یکدم حواس باختہ ہوگیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ جس درخت پر وہ چڑھ رہا ہے اس کے تنے کے ساتھ ایک خوف ناک سانپ لپٹا ہوا پھنکار رہا ہے۔ شکاری کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ اپنا سارا سامان چھوڑ کر بھاگ گیا اور آج تک کہیں اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ کبوتر آج بھی سکھ چین کی علامت ہے اور یہ سب ان کی پرخلوص دوستی کا نتیجہ ہے۔

☆☆☆

جن ماموں کیا بہرے ہو گئے ہو!

عبدالرؤف تاجور

صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر اکبرالدین نے دو مٹھیاں بھر کے کنچے نیکر کی جیب میں ٹھونسے اور بھاگتا ہوا کھجور کے باغ کی طرف چل پڑا۔ جہاں اس کے تین لنگوٹیا یار اس کے منتظر تھے۔ آج اتوار تھا یعنی چھٹی کا دن۔ اکبر کو آتا دیکھ کر اس کے تینوں دوست ایک ساتھ چیخے...... ''لو وہ آ گیا اپنا مغل اعظم اب کھیل میں مزہ آئے گا'۔ جب وہ ان کے قریب آ گیا تو ایک دوست نے پوچھا۔ ''کنچے لائے ہو یا گھر پر ہی بھول آئے''۔

''لایا ہوں، لیکن پہلے میری ایک بات سن لو...... میں کل پکی مسجد کی طرف گیا تھا۔ اس کی چھت سے میں نے پرانی حویلی کی طرف دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ جامن کا وہ بڑا سا درخت جامنوں سے لدا پڑا تھا۔ پتے تھے، نہ شاخیں تھیں۔ نہ ٹہنیاں بس جامن ہی جامن۔ کالے کالے موٹے موٹے جامن!''۔

''اچھا تو پھر ہم کیا کریں''۔ باقر بقراطی چڑ کر بولا۔ ''ہم حویلی کے اندر جا سکتے ہیں نہ جامن کا درخت باہر آ سکتا ہے پھر اس فضول تذکرے کا مطلب؟''۔

''میں ایک ترکیب جانتا ہوں۔ جو اگر کامیاب ہو گئی تو ہمیں ڈھیر سارے جامن مل جائیں گے''۔ رمضانی بولا۔

''وہ ترکیب کیا ہے۔ جلد بتاؤ''۔ احمد کریم نے بے صبری سے پوچھا۔

''غور سے سنو،...... میں ترکیب بتاتا ہوں۔ ہم سب پرانی حویلی کے صدر دروازے تک چلیں اور چیخ کر کہیں جن ماموں۔ جن ماموں ہمیں جامن دو...... ہمیں جامن دو''۔

ابھی رمضانی کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ باقر بقراطی ہنسنے لگا...... ''کیا جن آدمی ہے کہ ہم انہیں ماموں کہیں گے؟''۔

''گدھے ہو تم، ہم انہیں تعظیم اور تکریم کیلئے ماموں کہیں گے''۔ اکبرالدین نے کہا۔

''چلو اٹھو''۔ احمد کریم نے کہا۔ ''ایک معمولی سی ترکیب ہے اسے آزمانے میں کیا حرج ہے۔ کنچے تو ہم بعد میں بھی کھیل سکتے ہیں''۔

''وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے'' باقر پھر بیچ میں کود پڑا۔ ''یہیں سے چیخ کر یہ جملہ کہتے ہیں، جنوں کے کان بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً ہماری آواز سن لیں گے''۔

''چلو ٹھیک ہے''۔ رمضانی بولا۔ ''لو میں پہلے آواز لگاتا ہوں''۔

چاروں دوستوں نے پوری قوت سے چیخ چیخ کر وہ جملہ کہا لیکن کچھ نہ ہوا۔

''آؤ دوبارہ آواز لگاتے ہیں'' احمد کریم نے کہا اور پھر گلا پھاڑ کر چیخا ''جن ماموں کیا بہرے ہو گئے ہو۔ اگر تھوڑے سے جامن دے دو گے تو تمہارا کیا نقصان ہو گا۔ بڑے کنجوس ہو یار!''۔

احمد کریم کے الفاظ خاصے گستاخانہ تھے اور جنوں کو غصہ بھی آ سکتا تھا۔ تینوں دوستوں کے چہرے فق ہو گئے اور وہ کھجور باغ سے بھاگنے کیلئے پوری طرح تیار ہو گئے۔ لیکن کچھ نہ ہوا۔ پرانی حویلی کے جن گھوڑے بیچ کر سوتے رہے تھے۔ یا وہ سرے سے حویلی میں تھے ہی نہیں اور یہ بات غلط طور پر مشہور کی گئی تھی۔

''گولی مارو جامنوں کو''۔ باقر بقراطی بیزاری سے بولا۔

''آؤ کنچے کی بازی جماتے ہیں۔ ہم کھجور باغ میں جامن کھانے تو نہیں آئے تھے''۔

اور پھر چاروں دوست سب کچھ بھول بھال کر کنچے کھیلنے میں مشغول ہو گئے۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا اور پکی مسجد سے اذان کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دینے لگی۔ چاروں دوست چونکے اور کپڑے جھاڑتے ہوئے گھر جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ جب وہ کھجور باغ کے ٹوٹے ہوئے گیٹ سے گزر کر باہر نکلے تو انہیں حیرت، خوف اور مسرت کا ایک زبردست جھٹکا لگا۔ ان کے قدموں کے قریب ہی تاڑ کے پتوں سے بنائے ہوئے چار خوبصورت ٹوکرے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے جن میں بڑے بڑے تازہ جامن بھرے ہوئے تھے۔

جن ماموں نے اپنے چار معصوم بھانجوں کی پکار سن لی تھی۔

☆☆☆

محمد عثمان طفیل

گاڑی پہاڑی علاقوں کی بل دار سڑکوں پر ایک مخصوص رفتار سے رواں دواں تھی۔ فرحان اپنی طرف کی کھڑکی کھولے ٹھنڈی ہواؤں کے مزے لے رہا تھا۔ اُس کی نظریں کتاب پر تھیں اور ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ گاہے بگاہے وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب سے نظر ہٹا کر باہر کے نظاروں سے بھی لطف اندوز ہوتا رہتا لیکن اُس کی زیادہ تر توجہ کتاب پر تھی۔ ساتھ بیٹھا اکمل وقتاً فوقتاً ایک حیرت بھری نظر فرحان پر ڈالتا اور پھر سے باہر دیکھنے لگتا۔ وہ دونوں گہرے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے دوہرا رشتہ رکھتے تھے۔ فرحان اکمل کی خالہ اور چچا کا بیٹا تھا جبکہ اکمل فرحان کا خالہ زاد اور تایا زاد تھا۔ اچھے دوست ہونے کے سبب وہ ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف تھے۔ اسی لیے فرحان کا پہاڑی منظر سے منہ پھیرے کتاب میں مگن ہونا اکمل کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فرحان کو مطالعے کا بہت شوق ہے لیکن وہ پہاڑوں اور بلند و بالا درختوں کی بابت اُس کی دیوانگی سے بھی باخبر تھا۔ بہرحال وہ اپنی سی کوشش کر چکا تھا مگر فرحان نے اُسے کوئی گھاس نہ ڈالی تھی۔ مایوس ہو کر وہ باہر کے مسحور کن نظاروں میں کھو گیا۔

دوسری طرف فرحان نہ جانے کیا پڑھنے میں مصروف تھا کہ جس نے اُسے اردگرد کی ہر چیز سے بےگانہ کر رکھا تھا۔ کافی دیر بعد اُس نے ایک لمبی سانس لے کر تازہ اور ٹھنڈی ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھری اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اِدھر آنکھیں بند ہوئیں اور اُدھر تخیل کے دروازے کھل گئے۔ اُسے یوں لگا جیسے کتاب میں پڑھے تمام واقعات حقیقت کا روپ دھارے اُس کی آنکھوں کے سامنے چل رہے ہوں۔ اُسے لگا کہ وہ ایک بہت بڑے میدان

اردگرد کے خوبصورت نظاروں سے بے پرواہ
اس کا دھیان کسی اور طرف ہی تھا..........

ایک یادگار دن......

میں موجود ہے جہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ مختلف طرح کے لباس پہنے یہ لوگ مختلف علاقوں کی ثقافت کے آئینہ دار تھے۔ خال خال سندھی ٹوپی پہنے اور اجرک اوڑھے چند سندھی بزرگ بھی موجود تھے جبکہ سرحد سے آئے لوگوں نے پشاوری چپل اور گرم ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اُتر پردیش سے آئے اِکا دُکا لوگ اچکن زیب تن کیے ہوئے تھے۔ چوں کہ یہ لاہور کا میدان تھا اس لیے دھوتی کرتا یا قمیص پہنے اور کندھے پر بڑا رومال رکھے لوگ تو شمار سے باہر تھے۔

ایک طرف اونچا اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر موجود قائدین بھی مختلف علاقوں سے تشریف لائے تھے۔ فرحان تخیل میں اُن قائدین کو دیکھ کر ہولے ہولے مسکرا رہا تھا۔ اکمل نے آنکھیں موندھے فرحان کو مسکراتے دیکھا تو اُسے فرحان پر پاگل پن کا شبہ سا ہونے لگا۔ مگر فرحان اپنے آپ میں ہی مگن تھا۔ اُس کو لگا جیسے اسٹیج پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے مسلم لیگ کے عہدیداران اُس کے دل کے بھی بہت قریب تھے۔ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح تو اُسے دل کی دھڑکن سے بھی عزیز تھے۔ اُن کے ساتھ ہی شیر بنگال مولوی عبدالحق بھی موجود تھے۔ مولانا ظفر علی خان اور چوہدری خلیق الرحمٰن بھی ساتھ کی نشستوں پر براجمان تھے۔ اس طرح سندھ سے آئے سر عبداللہ ہارون، سرحد کے سردار اورنگ زیب خان، بلوچستان کے قاضی محمد عیسیٰ، اتر پردیش سے آئے نواب محمد اسماعیل، بنگال سے خواجہ ناظم الدین اور پنجاب کے سر

سکندر حیات بھی اسٹیج پر موجود تھے۔

فرحان کے دیکھتے ہی دیکھتے میاں بشیر احمد نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح'' پیش کی۔

اِس نظم کا پڑھا جانا تھا کہ سارا پنڈال ہی اس نظم میں شریک نظر آنے لگا۔ اس نظم کا ہر شعر فرحان کے دل پر اثر کر رہا تھا۔ جب میاں بشیر احمد نے یہ شعر:

لگتا ہے ٹھیک جا کے نشانے پہ اس کا تیر
ایسی کڑی کمان ہے محمد علی جناحؒ

پڑھا تو فرحان بے ساختہ ''واہ واہ'' کہے بغیر نہ رہ سکا۔ نیم مدہوشی کی حالت میں فرحان کے منہ سے واہ واہ نکلا تو اکمل کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اُس نے زور سے فرحان کو جھنجھوڑا اور بولا: یار کیا مسئلہ ہے تمھارے ساتھ؟ کیا مطلب؟ میں نے کیا کیا ہے؟ فرحان نے ناسمجھی کے انداز میں حیرت سے پوچھا۔

تمھیں نہیں پتا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ اکمل فرحان سے بھی زیادہ حیرت بھرے انداز میں بولا۔

بالکل نہیں! میں تو شاید سو گیا تھا۔ فرحان سادگی سے بولا۔

یا اللہ......! اکمل نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور پھر فرحان کو بتانے لگا کہ وہ کچھ دیر قبل کیا کیا کرتا آیا ہے۔ واہ واہ کے ذکر پر فرحان نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف دیکھا تو اس کی انگلی ابھی تک بطور نشانی کتاب کے درمیان میں تھی۔ اُس نے وہ صفحہ کھولا تو سامنے ہی میاں بشیر احمد کی نظم موجود تھی۔ اُسے ساری بات سمجھ آ گئی۔ دراصل وہ تحریک پاکستان پر لکھی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ابھی وہ 22، 23 مارچ 1940ء کے تاریخ ساز جلسے تک پہنچا تھا کہ اُسے نیند کے جھونکے آنے لگے۔ بس انھی خیالات میں وہ تخیل کی وادی میں بہت دور نکل گیا۔ اُس نے اکمل کی طرف دیکھا اور وضاحت آمیز لہجے میں بولا:

یار محسوس نہ کرنا، دراصل میں تحریکِ پاکستان کے واقعات میں اس قدر کھو گیا تھا کہ کچھ پتا ہی نہ چلا۔ خاص طور پر 23 مارچ 1940ء کے عظیم الشان جلسے نے تو مجھے یوں مسحور کیا کہ میں اس کتاب میں محصور ہو کر رہ گیا۔

وہ تو ٹھیک ہے یار! مگر اردگرد کے حسین نظاروں کو بھول کر تمھارا کتاب میں کھو جانا مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ بھی کشمیر کے اِن سرسبز پہاڑوں کو بھول کر...... اکمل نے جو بات دل میں تھی، صاف صاف کہہ ڈالی۔

بس ایسا ہی ہے۔ فرحان نے سرسری سا جواب دیا اور بولا:

ویسے تمھیں بتاؤں کہ میں نے ابھی ابھی کیا پڑھا تھا جس نے مجھے اردگرد سے بےگانہ کر دیا؟

ضرور! اکمل نے دھیان دیتے ہوئے کہا۔

سنو پھر! دراصل جس دور میں مارچ 1940ء کے جلسے کا انعقاد ہوا، وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن دور تھا۔ ایک طرف انگریزوں کی غلامی تھی تو دوسری طرف ہندوؤں کی سازشیں۔ مسلمان قائدین یہ سمجھ چکے تھے کہ اب علیحدہ ملک حاصل کیے بغیر اور کوئی چارا نہیں۔ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح بھی یہ بھانپ چکے تھے کہ اب مسلمانوں کی اکثریت ایک الگ وطن کا خواب دیکھنے لگ گئی ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ علامہ اقبال کے خواب کو عملی تعبیر پہنائی جائے۔ اس کے لیے 22 تا 24 مارچ 1940ء کو ایک تاریخ ساز جلسے کا انعقاد کیا گیا۔ اس جلسے میں ''قرارداد لاہور'' پیش کی گئی۔

قرارداد لاہور؟ مجھے تو یاد پڑتا ہے کہ قرارداد پاکستان پیش ہوئی تھی۔ اکمل نے اپنی معلومات کی حد تک تصحیح کی۔

بڑی زبردست بات کی تم نے۔ فرحان نے داد دی۔ دراصل تھی تو وہ ''قرارداد لاہور'' ہی مگر ہندو اخباروں نے اُسے ''قرارداد پاکستان'' کے نام سے اُچھالا۔ ہندوؤں نے تو طنز کیا تھا لیکن بانی پاکستان نے ان کی بات کو قدرت کا ایک اشارہ سمجھا اور اُسے قرارداد پاکستان ہی کہا اور لکھا جانے لگا۔ بہرحال میں تمھیں بتا رہا تھا کہ اس قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ......

ہندوستان میں کوئی بھی دستوری خاکہ مسلمانوں کے لیے صرف اسی صورت قابل قبول ہوگا جب وہ درج ذیل شرائط پر پورا اُترے۔

۱۔ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انھیں ملا کر الگ ریاست / خطہ بنایا جائے جن کا اقتدار و اختیار مسلمانوں کے پاس رہے۔

۲۔ اقلیتوں کے لیے آئین میں مناسب، مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات کا انتظام کیا جائے تاکہ ان کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی، انتظامی اور دیگر حقوق کی حفاظت ہو سکے............

فرحان نے کتاب پر نظر دوڑاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔

ان شرائط نے تو ہندوؤں اور انگریزوں کو آگ لگا دی ہوگی۔ اکمل بولا۔

بالکل یار! ایسا ہی ہوا تھا۔ خاص طور پر ہندو بہت سٹپٹائے۔ فرحان نے نظریں پھر کتاب پر جمالیں اور بتانے لگا:

اکثر ہندو رہنماؤں نے تو برصغیر کی تقسیم کو اپنے دھرم کا مسئلہ بنا لیا اور وہ شور مچانے لگے کہ برصغیر کے ٹکڑے کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی گائے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا۔ مگر مسلم لیگ کی قیادت نے اُن کے ہر اعتراض کا مدلل جواب دیا اور دو قومی نظریے کو بنیاد بنا کر الگ وطن کے مطالبے سے بالکل بھی نہ ہٹے۔

ایک منٹ فرحان! یہ دو قومی نظریہ کیا ہے؟ میں کچھ بھول سا رہا ہوں۔ اکمل نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

فرحان نے تاسف بھری نظر اُس پر ڈالی اور بولا:

اس نظریے کو سمجھنے کے لیے تمھیں قائداعظم کی تقریر کا کچھ حصہ سناتا ہوں۔ قائداعظم نے 22 مارچ 1940ء کو اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

''اسلام اور ہندو دھرم محض دو مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب وخیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، ایک دسترخوان پر کھانا نہیں کھاتے۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ یہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔''

ہوں...... میں سمجھ گیا۔ تم ایسا کرنا کہ یہ کتاب پڑھ کر مجھے بھی دینا۔ میں ان ساری چیزوں کو تفصیل سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ اکمل نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

ضرور! کیوں نہیں! فرحان نے جواب دیا اور پھر سے تحریک پاکستان کے انمٹ نقوش کو دیکھنے میں مگن ہوگیا۔

☆☆☆

معلومات عامہ

☆ دنیا میں سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ اینڈز جنوبی امریکہ ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا تیل کا ٹینک آرامکو، سعودی عرب ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا تیل کا علاقہ غور، سعودی عرب ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا خشکی کا جانور ہاتھی ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا مونگے کا جزیرہ کواجلین، مارشل آئی لینڈ ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا جزیرہ نما، جزیرہ نمائے عرب ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا اسلامی دنیا کا جنازہ جمال عبدالناصر کا تھا۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا جنگل شمالی روس میں صنوبر کا جنگل ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا جنگی جہاز یاموتو، جاپان ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا چڑیا گھر ایٹوشا قومی پارک نمیبیا ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا درخت جنرل شرمن، کیلیفورنیا امریکہ ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا دریا (طاس) ایمزون ہے۔
☆ دنیا میں سب سے بڑا دریائی جزیرہ مجولی، شمال مشرق بھارت ہے۔

☆☆☆

وہ دن بدن بگڑتا جا رہا تھا اور.........

نئے سال کا تحفہ

شاہ بہرام انصاری

سال کے آخری دن تھے اور دادی خاصی پریشان تھیں۔ اس لئے نہیں کہ انہیں خود کو کوئی تکلیف لاحق تھی بلکہ اس کا سبب ان کا پوتا طلحہ تھا۔ وہ ان کے بیٹے سلیم کی اکلوتی اولاد اور انہیں جان سے بڑھ کر پیارا تھا۔ سلیم کی بیوی اس کی پیدائش پر فوت ہوگئی تھی اور تو اور موت نے اسے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کا دیدار کر سکے۔ دادی نے طلحہ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھال لی اور اسے کبھی ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ سلیم منہ اندھیرے اٹھ کر کام پر چلا جاتا اور سارا دن محنت مزدوری کر کے چار پیسے کماتا۔ اسے محنت کرنے کا سبق ورثے میں ملا تھا اور اس نے کسی موڑ پر اس سے منہ نہ پھیرا۔ اللہ کو اس کی یہی ادا محبوب تھی۔ اس لئے اس کے فضل و کرم سے وہ کبھی بھی محتاج نہ ہوا اور ہر رات پیٹ بھر کر سوتا تھا۔ پیچھے دادی طلحہ کی دیکھ بھال کرتیں اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں۔

اس نے سب سے بے حد پیار سمیٹا اور دادی نے اس کی نگہداشت شہزادوں کی طرح کی۔ دونوں ماں بیٹے کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ طلحہ کو زندگی کی ہر آسائش مہیا کریں اور اسے زیادہ پیار دیں۔ سلیم کا مکان کرائے پر تھا اور ہر مہینے اس کی آمدنی کا خطیر حصہ کرائے کی نذر ہو جاتا تھا۔ ایک دن مالک مکان نے دفعتاً گھر خالی کرنے کا کہہ دیا۔ سلیم نے منت سماجت کر کے اس سے تھوڑی مہلت مانگی اور مزدوری میں اوور ٹائم لگانا شروع کر دیا تاکہ جلد از جلد سر چھپانے کے لئے چھت کا بندوبست کر سکے۔ دادی نے بھی اپنے طور پر گھریلو اخراجات میں سے بچت کی اور پائی پائی جوڑ کر وہ ذاتی مکان لینے کے قابل ہوگئے۔ سلیم نے گھر کا سامان شفٹ کیا اور اپنے آشیانے میں آ کر سکھ کی سانس لی۔ انسان کو جتنا سکون اپنے گھر میں ملتا ہے کہیں اور اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

یہاں آنے کے بعد طلحہ کا مزاج یکدم بدل گیا۔ ان کے آس پاس کا ماحول خراب تھا اور وہاں کے رہائشی بالکل ان پڑھ تھے جس کے باعث وہ برے بچوں کی صحبت میں پڑ گیا اور ان کے رنگ میں رنگ گیا۔ وہ بلا عذر مدرسے سے چھٹیاں کرنے لگا اور بات بات پر سیخ پا ہو جاتا۔ بری صحبت نے اس کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب کئے اور وہ گالیاں بھی دینے لگا۔

دادی اسے ڈراتیں کہ گالی دینے والے بچوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اور کبھی کبھی اس کی زبان پر مرچیں ڈالنے کا کہتیں مگر طلحہ ٹھیک ہونے کو تیار نہیں تھا۔ دادی مار کی بجائے پیار سے سمجھانا چاہتی تھیں مگر انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔

انہوں نے اپنی پریشانی کا تذکرہ پڑوسن سے کیا جو ان کی ہم عمر ہی تھیں۔ انہیں اس عمر میں بھولنے کی عادت ہوگئی تھی مگر اس کے باوجود وہ علمی ذوق رکھتی تھیں۔ انہوں نے دادی کو ایک کتاب دی۔ ٹائٹل پر ”سال نو اور تبدیلیاں“ کے الفاظ تحریر تھے۔ انہوں نے دادی سے یہ کتاب طلحہ کو دینے کیلئے کہا اور کہا کہ اس کے مطالعے سے وہ ضرور راہ راست پر آ جائے گا۔ دادی نے طلحہ کو سدھارنے کی غرض سے وہ کتاب اس کے حوالے کر دی اور ہدایت کی کہ اسے پڑھے۔ اس کتاب میں بہت سی اچھی باتیں اور معلومات درج تھیں جنہیں پڑھ کر طلحہ بہت متاثر ہوا۔ اب اسے سمجھ آ چکی تھی کہ دادی نے اسے یہ کتاب کیوں دی ہے۔ وہ اٹھ کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا۔ ”دادی! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ نے مجھے یہ کتاب کس لئے دی ہے یہ آپ کی طرف سے میرے لئے نئے سال کا تحفہ ہے۔ میں اس کی تمام باتوں پر عمل کروں گا اور آئندہ کبھی گالیاں نہیں دیا کروں گا۔ دادی فوراً اٹھیں اور جائے نماز بچھا کر شکرانے کے نفل ادا کرنے لگیں کہ رب جلیل نے انہیں بھی طلحہ کی ہدایت کی صورت میں نئے سال کا تحفہ عنایت کر دیا تھا۔

☆☆☆

زبردست جملہ آپ کا اور شاندار انعام بھی آپ کا

اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ ''پھول'' میں شائع کردہ کوپن پر اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور انعام پائیں

رنگ بھرئیے

راستہ تلاش کریں

دونوں تصویروں میں پانچ جگہ فرق ہے۔ ذرا ڈھونڈ کر تو بتایئے